ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

9 محرم الحرام 1439ھ —— ستمبر 2018ء

مجلس احرار اسلام پاکستان ۱۹۲۹ء

عزم وہمّت اور صبر و استقامت کے 88 سال

دَر دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم است
آبروئے ما زِ نامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم است

- 7 ستمبر...... یومِ تحفظ ختمِ نبوت اور ہماری جدوجہد
- سانحہٗ فیصل آباد اور قادیانی دہشت گردی!
- 7 ستمبر ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی تاریخی تقریر کا مکمل متن
- گنتی کا کھیل اور قادیانی گروہ
- توہینِ رسالت یہودی ونصرانی سازش اور مسلم اُمہ کی ذمہ داری
- شہیدِ غیرت، مظلومِ کربلا، ریحانۃ النبی سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہما
- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نبوت اور خاندانِ نبوت کی نظر میں
- جدوجہد آزادی میں احرار کا حصہ

تعمیر جدید دار القرآن

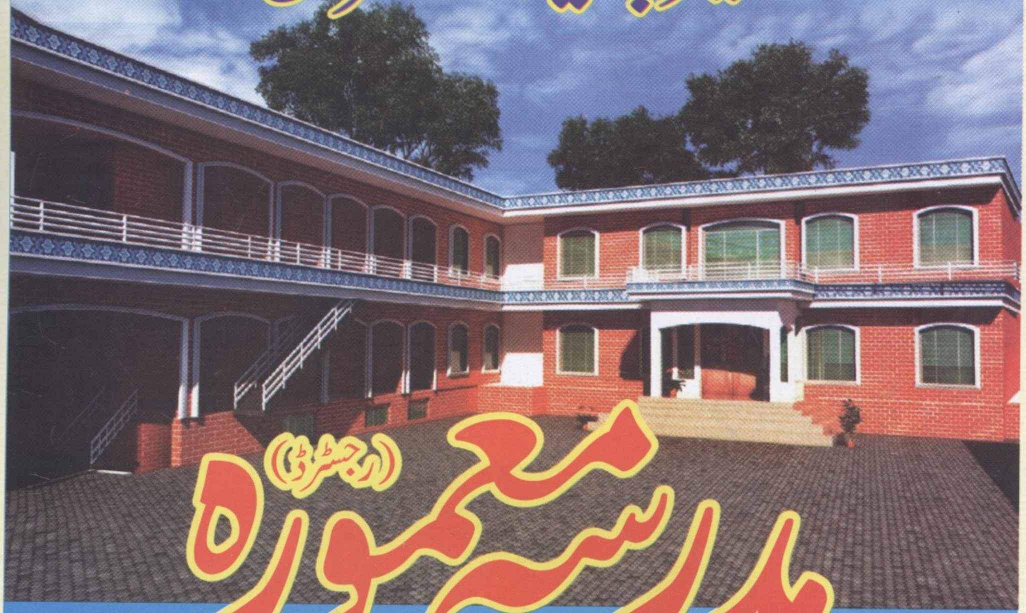

مدرسہ معمورہ (رجسٹرڈ)

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

تخمینہ لاگت ایک کروڑ پچاس لاکھ روپے

بیسمنٹ کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے فرسٹ فلور کی تعمیر جاری ہے

رابطہ برائے ترسیل زرتعاون: **سید محمد کفیل بخاری** (ناظم مدرسہ معمورہ)

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، آن لائن: بنام مدرسہ معمورہ: اکاؤنٹ نمبر

A/C # 5010030736200010

Branch Code : 0729

THE BANK OF PUNJAB

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: **07290160065740001**

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 29 شمارہ 9 ستمبر 2018/ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ

Regd.M.NO.32

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

فیضانِ نظر
مولانا حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ نگرانی
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

تشکیل

اداریہ:	گستاخانہ خاکوں کے مقابلہ کی منسوخی اور مسلم امہ کی ذمہ داری	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	7 ستمبر...... یوم تحفظ ختم نبوت اور ہماری جدوجہد	عبداللطیف خالد چیمہ	4
//	سانحہ فیصل آباد اور قادیانی دہشت گردی!		
افکار:	فیصل آباد: قادیانیوں اور مسلمانوں میں تنازع، حقائق کیا ہیں؟	غلام نبی مدنی، مدینہ منورہ	10
//	نیدرلینڈز کے گستاخانہ خاکے، اقوام متحدہ اور او آئی سی	مولانا زاہد الراشدی	12
دین و دانش:	حضرت عثمان ﷺ، نبوت اور خاندانِ نبوت کی نظر میں	محمد یوسف شیخوپوری	14
تاریخ و تحقیق:	شہید غیرت، مظلوم کربلا، ریحانۃ النبی سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہما	ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ	20
ادب:	پڑھو مناقب عمر کے اختر (رضی اللہ عنہ)	حکیم سید حسین صاحب اختر رائے بریلوی	24
//	شاہ ست غنی۔ بادشاہ ست غنی	امام اہل سنت، مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	25
//	بیاد سیدنا حسین ﷺ	ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ	26
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	مبصر: صبیح ہمدانی	27
تاریخِ احرار:	جدوجہد آزادی میں احرار کا حصہ	تحریر: مولانا مظہر علی اظہر رحمۃ اللہ علیہ تمہید: مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	29
بیاد امیر شریعت	تحریک ختم رسول اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	مرزا غلام نبی جانباز مرحوم	36
شخصیات:	تحریکِ آزادیٔ ہند کے ایک مجاہد راہنما ماسٹر تاج الدین انصاریؒ	پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر	40
//	مفکرِ احرار، چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ	افضل حق قرشی	43
مطالعۂ قادیانیت:	مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے فوراً بعد قائدِ ایوان ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی تاریخی تقریر کا مکمل متن	انتخاب: شاہد حمید	46
//	گنتی کا کھیل اور قادیانی گروہ	تحریر: عکرمہ نجمی ترجمہ: صبیح ہمدانی	52
//	منہاجِ نبوت اور مرزا قادیانی (قسط:۸)	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی رحمہ اللہ	56

زرِ تعاون سالانہ
اندرونِ ملک -/200 روپے
بیرونِ ملک -/4000 روپے
فی شمارہ -/20 روپے

رابطہ

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
☎061-4511961

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم، ڈی، اے چوک ملتان

شعبۂ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات

گستاخانہ خاکوں کے مقابلہ کی منسوخی اور مسلم امہ کی ذمہ داری

سید محمد کفیل بخاری

پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں کے شدید احتجاج کے بعد ہالینڈ میں ہونے والے گستاخانہ خاکوں کے مقابلے کو منسوخ کر دیا گیا۔ ہالینڈ کے اسلام مخالف رکن اسمبلی ملعون گیرٹ ولڈرز نے مقابلہ منسوخ کرنے کا فیصلہ پاکستان اور دوسرے مسلم ممالک میں مظاہروں کے بعد کیا۔

قبل ازیں وزیر اعظم پاکستان جناب عمران خان نے سینیٹ میں اپنے پالیسی خطاب میں امتِ مسلمہ کے جذبات کی بھرپور ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

> ’’جس طرح اہل مغرب کو ’’ہولوکاسٹ‘‘ کے تذکرے سے تکلیف ہوتی ہے، ہم مسلمانوں کو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر اس سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ مغرب کو شاید اندازہ نہیں کہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا پیار ہے۔‘‘

وزیر اعظم نے اپنے ایک ویڈیو پیغام میں کہا کہ:

> ’’میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ کسی ایک مسلمان یا چند مسلمانوں کا مسئلہ نہیں بلکہ دنیا میں بسنے والے ہر مسلمان کا مسئلہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے دلوں میں بستے ہیں۔ جب کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو تمام مسلمانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ مغرب کے لوگوں کو اس بات کی سمجھ نہیں اور انہیں یہی بات سمجھانے کی ضرورت ہے یہ بات مغرب کو ہم تب سمجھا سکیں گے جب تمام مسلم ممالک او آئی سی کے پلیٹ فارم سے متحد ہو کر اقوام متحدہ میں بات کریں گے۔ ان شاء اللہ ہم اس میں کامیاب ہوں گے۔‘‘

وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے وزیر اعظم کی ہدایت پر ہالینڈ کے سفیر کو بلا کر پاکستان اور دنیا بھر کے مسلمانوں کا احتجاج ان تک پہنچایا اور گستاخانہ مقابلوں کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ او آئی سی کے ممالک سے بھی رابطہ کیا۔

پاکستان کی تمام دینی جماعتوں نے ملک بھر میں پُر امن احتجاجی مظاہرے کیے جن میں ایک طرف تو ہالینڈ کی حکومت سے مطالبہ کیا جبکہ دوسری طرف حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ وہ عالمی فورم پر اس مسئلہ کو اٹھائے، احتجاج کرے اور ہالینڈ کی حکومت کو مقابلہ منسوخ کرنے پر مجبور کرے۔

الحمد للہ یہ محنت کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ پاکستان کی قومی اسمبلی، سینیٹ، چاروں صوبائی اسمبلیوں اور آزاد کشمیر اسمبلی سے متفقہ طور پر صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ عالم اسلام نے احتجاج کیا جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو کامیابی ملی۔

سوشل میڈیا پر ملعون گیرٹ ولڈرز کا تازہ بیان اور اس کا ترجمہ نشر ہوا ہے جو درج ذیل ہے:

> ’’خاکوں کے مقابلے کے خلاف دھمکیاں شدت اختیار کر گئی ہیں۔ این۔ٹی۔سی۔بی نے حال ہی میں مجھے بتایا

کہ ایک پاکستانی عالم نے میرے خلاف فتویٰ جاری کیا ہے اور میرے سر کی قیمت بھی مقرر کی گئی ہے، ایک ایسے شخص کو گرفتار بھی کیا گیا ہے جو مجھے قتل کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ یہ انہی دھمکیوں کی ایک کڑی ہے۔ میری آزادی ختم ہو چکی ہے اور اب شاید کبھی میں آزادی سے جی نہیں پاؤں گا۔ مگر میں پھر بھی کوئی سمجھوتہ کیے بغیر اسلام کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا۔

مگر بات صرف میری نہیں ہے، میرے سوا اور بھی کئی لوگوں کی جان خطرے میں ہے۔ کیونکہ مسلم انتہا پسند پورے ہالینڈ کو ٹارگٹ کر رہے ہیں اور قتل وغارت کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اگر بے گناہ جانیں ضائع ہوتی ہیں تو اس کے ذمہ دار یہی لوگ ہوں گے۔ مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان خاکوں کے مقابلے کا بہانہ بنا کر اسلامی دہشت گردی کا ارتکاب کریں۔

میرا اسلام کے عدم برداشت اور تشدد پسند ہونے کا دعویٰ ایک بار پھر ثابت ہو چکا ہے۔ اسلامی دہشت گردی کے کسی واقعے سے بچنے کے لیے میں نے خاکوں کے مقابلے کو منسوخ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ لوگوں کا تحفظ سب سے زیادہ ضروری ہے۔

مگر اسلام کے خلاف میری جدوجہد پہلے سے بھی زیادہ جذبے کے ساتھ جاری رہے گی اور کوئی دھمکی مجھے کبھی روک نہیں پائے گی۔''

ہمارے خیال میں معاملہ وقتی طور پر رکا ہے۔ اور ملعون گیرٹ ولڈرز کے بیان میں اس کے عزائم اور ارادے کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ لیکن ایک بات پوری قوت کے ساتھ دنیا پر واضح ہوگئی ہے کہ مسلمان اپنے نبی سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کریں گے۔ گیرٹ ولڈرز جسے اظہار خیال کی آزادی (Freedom of speech) کا نام دے رہا ہے وہ آزادی نہیں بدمعاشی ہے اور دنیا کا کوئی مسلمان اسے برداشت اور قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مسلمانوں کے اس عمل کو ملعون گیرٹ ولڈرز اور اس کا پشتیبان امریکہ و یورپ عدم برداشت یا اسلامی دہشت گردی قرار دے رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ مسلمانوں کے خلاف مغرب کی دہشت گردی اور شدت پسندی ہے کسی کی رائے سے اختلاف یا اسے قبول نہ کرنے اور کسی کو گالی دینے یا توہین کرنے میں بہت فرق ہے۔ پوری دنیا کے کافر سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی نہ مانیں تو دنیوی اعتبار سے مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہیں بلکہ مسلمان ان کے حقوق ادا کرنے کے پابند بھی ہیں لیکن مسلمانوں کے لیے مرکز محبت وعشق، نقطۂ دائرہ وجود سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ کی توہین کرنا ان کا حق نہیں، بدمعاشی، مذہبی دہشت گردی اور انتہا پسندی ہے۔ گیرٹ ولڈرز نے اسلام کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا اعلان کیا ہے وہ ضرور کرے آخر ابلیس کے لشکریوں نے چودہ سو سال سے اس کام کے سوا اور کیا کیا ہے؟ لیکن حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے پر اسے ذلت ورسوائی اور پسپائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است
آبروئے ما زِ نامِ مصطفیٰ است

7 ستمبر...... یوم تحفظ ختم نبوت اور ہماری جدوجہد

عبداللطیف خالد چیمہ

چوالیس سال قبل وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور میں پاکستان کی پارلیمنٹ میں طویل بحث وتمحیص کے بعد ایک قرار داد اقلیت منظور کر کے لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، اس متفقہ قرار داد کے بعد پاکستان کے آئین وقانون میں، مرزا غلام احمد قادیانی کو ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج قرار پائے، قادیانی اسلامی شناخت کرواتے رہے اور اپنے کفر کو اسلام بتاتے رہے تا آنکہ 26۔اپریل 1984ء کو صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت ایکٹ کے تحت لاہوری وقادیانی مرزائیوں کے لیے اسلامی شعائر واصطلاحات کا استعمال قانوناً جرم قرار دیا اور یہ قانون تعزیرات پاکستان کا حصہ بنا، قادیانیوں نے ان دونوں آئینی وقانونی فیصلوں کو ماننے کی بجائے اِن کے خلاف مہم جوئی کا راستہ اختیار کیا اور اب تک وہ بین الاقوامی طاقتوں کے مہرے بن کر اسلام اور پاکستان کے خلاف صف آراء ہیں۔

سابق حکمرانوں کے دور میں قادیانیوں کو خوب نوازا گیا۔ پہلے تو نواز شریف نے قادیانیوں کو بھائی قرار دیا، پھر شہباز شریف نے ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی کو نوجوانوں کے لیے آئیڈیل کہا پھر ممتاز قادری کو پھانسی پر لٹکایا پھر قائداعظم یونیورسٹی کے سینٹر فار فزکس کو قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام کے نام سے منسوب کیا اور پھر انتخابی اصلاحات کی آڑ میں عقیدۂ ختم نبوت والا حلف نامہ نکالنے کی کوشش کی۔

آج کے حکمران قانون توہین رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت پر عالمی استعمار کے وار کو روکنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔فواد چودھری مغربی کلچر کو پروان چڑھانے کی باتیں کر رہے ہیں، وفاقی وزیر انسانی حقوق شیریں مزاری سانحۂ فیصل آباد کے حوالے سے قادیانیوں کو مسلم فرقہ تصور کرتی دکھائی دے رہی ہیں، شفقت محمود تحریک انصاف میں قادیانیوں کے وکیل محسوس ہوتے ہیں، انتخابی اصلاحات کے حوالے سے ختم نبوت والے حلف نامے کو حذف کرنے میں شفقت محمود کا کردار ریکارڈ کا حصہ ہے، ایسے میں 7۔ستمبر کو ''یوم تحفظ ختم نبوت'' اور زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے،

اِن شاء اللہ تعالیٰ 7۔ستمبر کو ملک بھر میں نہیں دنیا بھر میں یہ دن تزک واحتشام کے ساتھ منایا جائے گا اور تمام مکاتب فکر حتیٰ کہ بعض سیاسی رہنما بھی اِس دن ہونے والے اجتماعات میں شریک ہوں گے۔6۔ستمبر 2018ء جمعرات کو احرار کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اہم اجلاس لاہور دفتر میں ہوگا جبکہ 7۔ستمبر کو خطبات جمعۃ المبارک ''یوم ختم نبوت'' کے مقدس عنوان سے معنون ہوں گے اور 7۔ستمبر کو ہی بعد نماز مغرب مرکزی دفتر احرار لاہور میں مرکزی اجتماع ہوگا جس میں تمام مکاتب فکر کے سرکردہ رہنما شرکت وخطاب کریں گے، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

احرار کی تمام ماتحت شاخوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ حسب سابق اِس دِن کی اہمیت کے پیش نظر اس کو شایانِ

شان طریقے سے منانے کا اہتمام کریں۔
نوٹ: پرچہ پریس میں جانے والا ہے کہ سینٹ آف پاکستان نے توہین آمیز خاکوں کے حوالے سے گستاخانہ خاکوں کے خلاف قرارداد منظور کی ہے جو تحریکِ انصاف کے سینیٹر شبلی فراز نے پیش کی۔ وزیر اعظم عمران خان نے 27 اگست کو سینیٹ میں اپنے خطاب میں جو کچھ کہا ہے ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہنا چاہیں گے کہ اس حوالے سے اُمت مسلمہ کے ایمان وعقیدے کا خیال رکھا جائے اور مؤثر اقدامات کیے جائیں۔ مزید برآں پرویز مشرف کی باقیات پر اعتماد نہ کیا جائے۔

سانحۂ فیصل آباد اور قادیانی دہشت گردی!

عید الاضحیٰ کے دوسرے روز 23۔ اگست، جمعرات کی شام فیصل آباد کے قریب گھسیٹ پورہ گاؤں میں قادیانیوں نے فائرنگ کر کے 17 مسلمانوں کو زخمی کر دیا اور پولیس تھانہ بلوچنی نے اپنی مدعیت میں مقدمہ درج کر کے مسلمانوں کی جانب سے مقدمہ کے اندراج کی کوشش ناکام بنادی ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کے مترادف پولیس نے 13 ایسے مسلمانوں کو بھی ایف آئی آر میں درج کر لیا جو خود قادیانیوں کی فائرنگ سے زخمی ہوئے، ہم روزنامہ ''اُمت'' کراچی کی درج ذیل خبریں نقل کر رہے ہیں تاکہ صورتحال کے تمام پہلو نظر آسکیں۔

''فیصل آباد (نمائندہ امت) قادیانیوں نے اپنی سرگرمیوں میں رکاوٹ بننے والے مسلمانوں پر عید کے دوسرے روز فائرنگ کر کے 17 مسلمانوں کو زخمی کر دیا۔ پولیس تھانہ بلوچنی نے اپنی مدعیت میں مقدمہ درج کر کے مسلمانوں کی جانب سے ایف آئی آر کے اندراج کی کوششیں ناکام بنادی ہیں۔ پولیس ایف آئی آر میں نامزد 13 زخمی مسلمانوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ مسلمانوں کی جوابی کارروائی میں چند قادیانی زخمی ہوگئے اور ان کی عبادت گاہ میں توڑ پھوڑ ہوئی۔ قادیانیوں کے حامی میڈیا میں قادیانی ٹولے کو مظلوم بنا کر پیش کرنے کی کوشش میں ان کے 5 افراد کے زخمی ہونے کا معاملہ نمایاں کر کے قادیانی موقف ہی پیش کیا جا رہا ہے، جبکہ 17 مسلم زخمیوں کا سرسری انداز میں تذکرہ جاری ہے۔ ڈپٹی کمشنر فیصل آباد کے جاری کردہ پریس نوٹ میں قادیانیوں کے صرف 4 افراد کے زخمی ہونے کا ذکر کیا گیا۔ حکومت کی جانب سے معاملے کی سنگینی کم کرنے کی کوشش جاری ہے۔ تفصیلات کے مطابق عید الاضحیٰ کے دوسرے روز فیصل آباد سے 32 کلومیٹر دور کھرڑیانوالہ شیخوپورہ روڈ پر واقع گاؤں 69 ر۔ب گھسیٹ پورہ میں قادیانیوں کی فائرنگ سے 17 مسلمان شدید زخمی ہوگئے۔ مسلمانوں کی جوابی کارروائی میں قادیانیوں کی عبادت گاہ کو نقصان پہنچا، جبکہ پتھراؤ سے 5 قادیانی زخمی بھی ہوئے۔ زخمیوں کو فیصل آباد کے ہسپتالوں الائیڈ، ڈی ایچ کیو و ٹی ایچ کیو کھرڑیانوالہ منتقل کر دیا گیا ہے۔ پولیس نے مظلوم مسلمانوں کو مقدمہ درج کرانے کا موقع دیے بغیر ہی سرکار کی مدعیت میں دونوں اطراف کے سرکردہ افراد سمیت 70 سے 80 نامعلوم افراد کے خلاف ایف آئی آر درج کر لی ہے، مقدمے میں انسداد دہشت گردی کی دفعات شامل کی گئی ہیں۔ چک 69 ر۔ب گھسیٹ پورہ تھانہ بلوچنی کی حدود میں واقع ہے اور اس کی 20 سے 25 فیصد آبادی قادیانی ہے اور وہ اکثر شعائر اسلام کا کھلے عام استعمال کرتے رہتے ہیں۔ چند برس قبل علاقے میں ایک مسلم خاندان کے مرتد ہونے پر

حالات کشیدہ ہوئے تھے۔ علاقے میں ایک عبادت گاہ ہونے کے باوجود وہ غیر قانونی طور پر ایک اور عبادت گاہ کی تعمیر کرا رہے تھے، تاہم اہل علاقہ کی درخواست پر یہ تعمیر رک گئی۔ قادیانیوں نے 15 روز قبل 2 گھرانوں کے افراد کو مرتد کیا تھا، تاہم تبلیغ پر دونوں گھرانے تائب ہوگئے، جس کا قادیانیوں کو شدید غصہ تھا اور وہ حیلوں بہانوں سے مسلمانوں کو تنگ کر رہے تھے۔ عید کے دوسرے روز قادیانیوں نے اپنی مرغی امام مسجد کے بھائی کی موٹر سائیکل کے نیچے آنے سے بچ جانے کے باوجود مسلمانوں کو پیٹنا شروع کر دیا۔ مسلمان انہیں چھڑانے پہنچے تو ان پر فائرنگ کر دی جس سے 17 شدید زخمی ہوگئے۔ فائرنگ کی اطلاع پر مزید مسلمان جمع ہوئے تو قادیانیوں نے خود کو اپنی عبادت گاہ میں بند کر لیا اور اس کی چھت پر بنے مورچوں سے فائرنگ شروع کر دی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہ کو آگ بھی خود لگائی۔ مسلمانوں پر قادیانی عبادت گاہ اور قادیانیوں کے گھروں پر حملے کا دعویٰ کرنے والے قادیانیوں نے پولیس کو مطالبے کے باوجود اپنی عبادت گاہ کے باہر لگے سی سی ٹی وی کیمروں کی فوٹیج فراہم نہیں کی۔ یہ فوٹیج قصداً ضائع کیے جانے کا امکان ہے۔ پولیس نے مسلمانوں پر قادیانی گھرانوں کو آگ لگانے کے الزام بھی جھٹلا دیے ہیں، تاہم مسلمانوں کی حقائق پر مبنی ایف آئی آر کے اندراج سے قبل خود ہی مقدمہ درج کر لیا، جس پر مسلمانوں نے شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے دوسری ایف آئی آر کا اندراج کرانے کی کوشش شروع کر دی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ فائرنگ کے واقعے کے بعد فیصل آباد پولیس کے اعلیٰ افسران موقع پر پہنچ گئے۔ مسلمانوں پر قادیانی عبادت گاہ پر حملے کے دعوے پر پولیس افسران نے ان سے سی سی ٹی فوٹیج طلب کی تو وہ نہیں دی گئی۔ پولیس ذرائع کے مطابق افسران جب قادیانی عبادت گاہ پہنچے تو وہاں لگے سی سی ٹی وی کیمرے درست کام کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی جانب سے قادیانی عبادت گاہ پر حملے کے شواہد سامنے نہیں آئے۔ البتہ قادیانیوں کے مورچوں کے پاس گولیوں کے خالی خول مسلمانوں پر فائرنگ کی چغلی کھا رہے تھے۔ تھانہ بلوچنی پولیس کی جانب سے اپنی مدعیت میں درج کرائی گئی ایف آئی آر میں کہا گیا ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دوسرے روز مقامی امام مسجد کا بھائی مدثر ولد رفیق ایک بھائی عاصم کے ہمراہ موٹر سائیکل پر جا رہا تھا کہ راستے میں قادیانی گروپ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی مرغی اس کی موٹر سائیکل کے آگے آگئی۔ مرغی بچ جانے کے باوجود تنازع پھیل گیا اور قادیانی مسلح ہو کر آگئے اور مسلمانوں پر فائرنگ شروع کر دی۔ فائرنگ سے وقاص ولد نیامت، نبیل ولد برکت، اویس ولد گلزار، امجد علی ولد اشرف، ناصر علی ولد باغ علی، محمد طیب ولد اشرف، شان علی ولد جماعت علی، عبدالرحمٰن ولد اسماعیل، ساجد سلیم ولد احمد علی، مبین ولد لیاقت، الیاس ولد مبارک علی، محمد مرتضیٰ ولد یعقوب اور شہباز ولد اشرف نامی مسلمان زخمی ہوگئے۔ ایف آئی آر کے مطابق فائرنگ کی اطلاع پر مسلمانوں نے قادیانیوں کی عبادت گاہ پر حملہ کر کے توڑ پھوڑ کی اور وہاں رکھے ہوئے سامان کو آگ لگا دی۔ اس کے نتیجے میں سرفراز ولد راشد، طاہر ولد عالم، عامر ولد داؤد، وقاص ولد اعجاز اور شوکت ولد یوسف نامی قادیانی زخمی ہوگئے۔ پولیس نے موقع سے گولیوں کے خول وجلا ہوا سامان قبضے میں لے لیا۔ مقدمے میں 70 سے 80 مسلمانوں کو نامزد کیا گیا ہے جن میں مدثر ولد رفیق، عاصم ولد رفیق، شہباز ولد یعقوب، اصغر ولد جماعت علی، شہزاد ولد یعقوب، ہمایوں ولد مشتاق، غلام نبی

ولد غلام علی، محمد وسیم ولد صدیق شامل ہیں، جبکہ باقی کو نامعلوم قرار دیا گیا ہے۔قادیانیوں کی طرف سے راشد، شکیل ولد انور، شاہین، امین ولد عبدالجبار، طلحہ ولد نعیم، بلال ولد جمیل، بلال ولد اعجاز، زین ولد بشارت سمیت 70 سے 80 نامعلوم ملزمان نامزد ہیں۔ایس ایچ او تھانہ بلوچنی زاہد عباس کے مطابق مسلمانوں نے معمولی تنازع کے بعد اپنے گھروں پر حملے کی وجہ سے قادیانی عبادت گاہ پر پتھراؤ کیا اور نعرے لگائے، جس پر قادیانیوں نے اندر سے فائرنگ شروع کردی، جس سے مسلمان زخمی ہوگئے۔ پولیس موقع پر نہ پہنچتی تو حالات مزید خراب ہوجاتے۔انہوں نے قادیانی گھروں کو آگ لگانے کی تردید کرتے ہوئے اس کو جھوٹ قرار دیا۔واقعے کے بعد قادیانیوں اوران کے حامی میڈیا نے حسب سابق واقعے کی بنیاد پر پروپیگنڈا مہم شروع کردی ہے۔عالمی مجلس ختم نبوت کے ترجمان مولانا عزیز الرحمٰن نے ''امت'' سے گفتگو میں کہا ہے کہ ہم نے مسلمانوں کو کنٹرول کر رکھا ہے۔قادیانیوں کیخلاف کارروائی نہ کی گئی تو ملک بھر میں احتجاج کیا جائے گا۔ قادیانی فیصل آباد اور شیخوپورہ میں شرارتیں کررہے ہیں۔ان کا نوٹس لیا جارہا ہے اور نہ ہماری درخواست پر ایف آئی آر درج کرکے تفتیش کی جارہی ہے۔ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالرشید نے کہا کہ واقعے کی شفاف تحقیقات کرائی جائیں تو پتہ چل جائے گا کہ قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہ کے مخصوص حصوں کو خود آگ لگائی۔مسلمانوں نے فائرنگ کے جواب میں صرف پتھراؤ کیا۔

مجلس احرار اسلام کے سیکریٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے واقعے کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کی اشتعال انگیزی خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے۔زخمی مسلمانوں کیخلاف ہی مقدمہ درج کیا گیا۔حکومت قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھے جو پوری دنیا میں پاکستان کیخلاف سازشوں پر عمل پیرا ہیں اور اس کا سدباب ضروری ہے۔

تحریک لبیک پاکستان فیصل آباد کے امیر میاں اکمل حسن نے کہا کہ گھسیٹ پورہ کی 20 فیصد آبادی قادیانی ہے۔یہ مسلسل مسلمانوں کے مالی کمزور ہونے کا فائدہ اٹھانے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔قادیانیوں کی کھلے عام تبلیغ کے باوجود کارروائی نہ ہونے پر مسائل نے جنم لیا۔ادھر وفاقی وزیر اطلاعات فواد چوہدری نے کابینہ اجلاس کے بعد اپنی بریفنگ میں دعویٰ کیا کہ فیصل آباد کا واقعہ مذہبی منافرت نہیں مرغے لڑانے کے پرانے جھگڑے پر ہوا۔علاقے میں 2 گروپوں کے درمیان پہلے سے کشیدگی چلی آرہی تھی۔وفاقی وزیر کے اس موقف پر قادیانیوں نے سوشل میڈیا کے ذریعے وفاقی حکومت پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا ہے اور وہ مسلمانوں کی جانب سے اپنے دفاع میں کی گئی جوابی کارروائی کو دہشت گردی قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں''۔(روزنامہ ''اُمت'' کراچی 25۔اگست 2018ء)

''فیصل آباد (خبرنگار خصوصی) فیصل آباد میں فائرنگ کرکے 13 مسلمانوں کو زخمی کرنے کے واقعہ میں ملوث قادیانی دندناتے پھر رہے ہیں، جبکہ اس سانحہ کی تحقیقات کیلئے قادیانی نواز پولیس افسر تعینات کردیا گیا ہے۔اے آئی جی ابوبکر خدابخش کے دورے کے بعد پولیس اور ضلعی انتظامیہ کھلم کھلا قادیانی دہشت گردوں کی حمایت کررہی ہے، جس کے

باعث علاقے میں سخت کشیدگی پائی جاتی ہے جو مزید کسی حادثے کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ دوسری جانب فیصل آباد کے سول ہسپتال میں زیرِ علاج مسلمان زخمیوں کو پولیس نے حراست میں لے کر ملاقات پر پابندی لگا دی ہے اور مسلمانوں کی گرفتاری کیلئے مزید چھاپے مارے جارہے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق فیصل آباد کے علاقے گھسیٹ پورہ واقعہ کی حساسیت کے باوجود انتظامیہ اور پولیس درج شدہ مقدمہ میں نامزد افراد کی گرفتاریوں کے لیے چھاپے مارے جارہے ہیں، جبکہ فائرنگ کر کے 13 مسلمانوں کو زخمی کرنے والے قادیانی تاحال مفرور ہیں۔ دوسری جانب اس سانحہ کی تحقیقات قادیانی نواز پولیس افسر اے آئی جی ابوبکر خدابخش کے سپرد کر دی گئی ہیں۔ یاد رہے ابوبکر خدابخش کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خود قادیانی ہے۔ قصور واقعے کی تحقیقاتی کمیٹی میں شامل کیے جانے پر معصوم زینب کے والد نے ابوبکر خدابخش کو قادیانی قرار دے کر تحقیقاتی کمیٹی کو ہی نامنظور کر دیا تھا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ قادیانی نواز افسر کی جانب سے علاقے کے دورے سے مسلمانوں میں شدید اشتعال پایا جاتا ہے جب کہ مقامی پولیس کا مسلمانوں سے رویہ تبدیل ہوگیا ہے۔ مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے مقامی رہنماؤں کو علاقے میں جانے پر مقدمات درج کرنے اور گرفتار کرنے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔ یاد رہے وقوعہ کے فوری بعد پولیس نے اپنی مدعیت میں مسلمانوں کے خلاف مقدمہ درج کر دیا، تاہم مسلمانوں کی جانب سے جوابی مقدمہ درج نہیں کیا جارہا۔ دوسری جانب فیصل آباد کے سول ہسپتال میں زیرِ علاج مسلمان زخمیوں کو پولیس حراست میں رکھا گیا ہے اور کسی کو بھی ان سے ملنے کی اجازت نہیں دی جارہی، جبکہ میڈیا نمائندوں کو بھی زخمیوں تک رسائی نہیں دی جارہی۔ دریں اثنا فیصل آباد پولیس کے اعلیٰ حکام نے قادیانیوں کی فائرنگ میں زخمی ہونے والے مسلمانوں کی اندراج مقدمہ کی درخواستیں نظرانداز کرتے ہوئے انہیں صبر کی تلقین کر کے گھر بھیج دیا۔ تحریک لبیک فیصل آباد کے صدر میاں اکمل نے ''امت'' کو بتایا کہ انہوں نے اعلیٰ پولیس افسران کو اندراج مقدمہ کی درخواستیں دی ہیں، تاہم ان پر تاحال کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ میاں اکمل نے بتایا کہ انہوں نے آر پی او فیصل آباد غلام محمود ڈوگر، سی پی او اشفاق احمد خان اور ایس پی انویسٹی گیشن سید ندیم عباس سے الگ الگ ملاقاتیں کر کے انہیں مسلمانوں کے زخمی ہونے کی ایف آئی آر درج کرنے کی درخواست کی، لیکن انہیں طفل تسلیوں پر ہی ٹرخا دیا گیا اور کسی بھی اعلیٰ افسر نے عملی اقدامات نہیں اٹھائے۔ مذکورہ درخواست، جس کے ہمراہ زخمی مسلمانوں کی میڈیکولیگل رپورٹس بھی لف تھیں، میں کہا گیا ہے کہ جس گاؤں میں یہ واقعہ پیش آیا، وہاں قادیانیوں کی اکثریت ہے۔ درخواست کے مطابق 23 اگست شام 4 بجے قادیانیوں نے مقامی شہری محمد مدثر کے گھر پر حملہ کیا، جس کی بروقت پولیس کو اطلاع دی گئی اور پولیس کی ٹیم نے دورہ کر کے موقع ملاحظہ بھی کیا۔ اسی روز مغرب کے وقت جب مسلمان مسجد کی جانب جارہے تھے کہ راستے میں قادیانیوں کی عبادگاہ کی چھت پر جمع بڑی تعداد میں قادیانیوں نے ان پر پتھر برسانے شروع کر دیے اور ساتھ ہی قادیانیوں کے قریبی گھروں سے مسلمانوں پر فائرنگ شروع کر دی گئی۔ پتھراور گولیاں لگنے سے ایک درجن سے زائد مسلمان زخمی ہوئے ہیں۔ درخواست میں حملہ

آوروں کی تعداد تقریباً 86 بتائی گئی ہے جن میں 66 نامزد، جبکہ 15 سے 20 نامعلوم افراد شامل ہیں۔ درخواست کے مطابق مسلح قادیانی نے مقامی مسلمان ناصر ولد باغ علی کو اغوا کر کے اپنی عبادت گاہ میں لے گئے اور اسے کلہاڑیوں اور ڈنڈوں کے وار سے زخمی کیا اور سر میں گولی بھی ماری گئی، تاہم خوش قسمتی سے گولی اس کی آنکھ کو چھوتے ہوئے گزر گئی۔ درخواست کے مطابق مسلح قادیانی پولیس کی موجودگی میں مسلمانوں پر فائرنگ کرتے رہے اور پولیس نے ہی فائرنگ رکوائی۔ دوسری جانب مذہبی جماعتوں کی جانب سے شدید مذمت کی گئی ہے اور واقعے کو نئی حکومت کے لیے ٹیسٹ کیس قرار دیتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ اگر زخمی مسلمانوں کو انصاف نہ ملا تو تحریک لبیک یا رسول اللہ ملک میں ایک اور ختم نبوت تحریک کا آغاز کر دے گی۔ تحریک لبیک یا رسول اللہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے ہفتہ کے روز جاری الگ الگ بیانات میں حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ نہ صرف زخمی مسلمانوں کا مقدمہ فوری طور پر درج کیا جائے، بلکہ دہشت گرد قادیانیوں کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ تحریک لبیک کے رہنما ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کا کہنا تھا کہ فیصل آباد میں بے گناہ مسلمانوں کی گرفتاریاں جلتی پر تیل ڈالنے کے مترادف ہیں۔ ختم نبوت کے پروانے ختم نبوت کے غداروں اور ان کے پشت پناہوں کا آخری سانس تک مقابلہ کریں گے۔ قادیانیوں کے بارے میں آئین میں موجود پابندیوں کے عدمِ نفاذ کی وجہ سے پاکستان اور اسلام کے غدار قادیانی حد درجے کی شرانگیزیوں میں مصروف ہیں۔ مسلمان ہی مظلوم ہیں اور ایف آئی آر بھی مسلمانوں ہی کے خلاف کاٹ دی گئی ہے، حکومت ہوش کے ناخن لے۔ انہوں نے کہا کہ سانحہ فیصل آباد حکومت کے لیے ایک ٹیسٹ کیس ہے۔ اگر مسلمانوں کو انصاف نہ ملا تو ملک میں ایک اور تحریک ختم نبوت چلائیں گے۔

متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنونیر عبداللطیف خالد چیمہ نے مطالبہ کیا ہے کہ اس سانحہ کی اعلیٰ سطح پر غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے، تصادم کے اصل عوامل و محرکات کا جائزہ لیا جائے اور ذمہ داران کو قانون کے کٹہرے میں لا کر عبرت کا نشان بنایا جائے۔ انہوں نے الزام عائد کیا کہ بیوروکریسی میں گھسے ہوئے بعض افسران اس سانحہ پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، نائب امرا مولانا عزیز احمد، مولانا پیر حافظ ناصر الدین خاکوانی نے قادیانیوں کی جانب زخمی ہونے والے مسلمانوں کے خلاف مقدمہ درج کرنے اور دہشتگرد قادیانیوں کو ریلیف دینے کی مذمت کرتے ہوئے حکومت سے آئین کے غداروں سے سختی سے نمٹنے کا مطالبہ کیا ہے‘‘۔ (روزنامہ ’’اُمت‘‘ کراچی 26۔اگست 2018ء)

اندریں حالات ہم نئی حکومت سے درخواست کرنا چاہیں گے کہ وہ مسلم، قادیانی کشیدگی کے اصل عوامل و محرکات اور وجوہات پر نظر رکھے اور اس کھیل کے تمام کرداروں کو کنٹرول کرے، بصورت دیگر یہ مسئلہ شدت اختیار کر سکتا ہے۔

فیصل آباد: قادیانیوں اور مسلمانوں میں تنازع، حقائق کیا ہیں؟

غلام نبی مدنی، مدینہ منورہ

عیدالاضحیٰ کے دوسرے روز فیصل آباد میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان تنازعے کو میڈیا پر خوب اچھالا گیا۔ پاکستانی میڈیا سمیت انٹرنیشنل میڈیا اور سوشل میڈیا پر قادیانیوں پر حملے کو اس قدر بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے کہ عام مسلمان بھی یہ سوچنے لگا کہ واقعی قادیانیوں پر ظلم ہوا ہے۔ جب کہ معاملے کی اصل تصویر وہ نہیں تھی جو میڈیا پر دکھائی گئی۔ چنانچہ راقم نے معاملے کی اصل صورت حال معلوم کرنے کے لیے فیصل آباد میں 22 سال سے صحافت سے وابستہ برادرم ذکراللہ حسنی سے رابطہ کیا تو انہوں نے معاملے کی حقیقت کچھ یوں بتائی کہ یہ معاملہ 23 اگست 2018 شام 4 بجے فیصل آباد سے 34 کلومیٹر دور واقع گھسیٹ پورہ نامی گاؤں میں ہوا۔ قادیانیوں کی جانب سے کہا گیا کہ مسلمانوں نے ان کی عبادت گاہ اور قادیانیوں پر حملہ کیا۔ جس سے ان کی عبادت گاہ کو نقصان پہنچا اور قادیانی بھی زخمی ہوئے۔ دوسری جانب وہاں بسنے والے مسلمانوں کی طرف سے معاملہ کا اصل رخ سامنے آیا کہ قادیانیوں نے مسلمان شہری محمد مدثر کے گھر پر عصر کے وقت معمولی بات کی وجہ سے حملہ کیا۔ جس کے بعد انہوں نے پولیس کو رپورٹ بھی کی اور پولیس نے جائے وقوعہ کا دورہ بھی کیا۔ لیکن مغرب کے بعد جب مسلمان نماز مغرب کے لیے مسجد جا رہے تھے تو قادیانی عبادت گاہ سے مسلمانوں پر پتھر پھینکے گئے اور عبادت گاہ سے متصل قادیانی گھروں سے مسلمانوں پر فائرنگ بھی کی گئی جس کے نتیجے میں 17 مسلمان زخمی ہو گئے، ایک زخمی مسلمان نوجوان کے والد اپنے بیٹے پر فائرنگ کا سن کر صدمے سے فوت ہو گئے۔

گھسیٹ پورہ میں بسنے والے مسلمانوں کا کہنا ہے کہ پولیس نے مسلمانوں کو ایف آئی آر درج کروانے کا موقع دیے بغیر سرکار کی مدعیت میں دونوں اطراف کے 80 افراد کے خلاف مقدمہ درج کر کے قادیانیوں کو سہولت فراہم کی۔ حالاں کہ وہاں بسنے والے عام مسلمان شہریوں کی جانب سے پولیس کو 17 زخمی مسلمانوں پر حملے کے خلاف مقدمے کی کئی درخواستیں بھی دی گئیں۔ پولیس ذرائع کے مطابق قادیانیوں کی عبادت گاہ میں خفیہ کیمرے حادثے کے وقت کام کر رہے تھے، لیکن اب ان کیمروں تک رسائی نہیں دی جا رہی۔ جب کہ عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ قادیانیوں نے خود قادیانی عبادت گاہ آگ لگائی تاکہ قادیانیوں کو مظلوم ثابت کیا جا سکے۔ حیرت انگیز طور پر میڈیا کو بھی مسلمان زخمیوں تک رسائی نہیں دے جا رہی تاکہ ان کا موقف سامنے لایا جاتا۔ دوسری جانب واقعے کی تحقیقات کے لیے اے آئی جی ابوبکر خدا بخش کو مقرر کیا گیا ہے۔ اے آئی جی ابوبکر خدا بخش کی تقرری پر گھسیٹ پورہ میں بسنے والے مسلمان سخت پریشان ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ابوبکر خدا بخش کو پہلے قصور میں زینب زیادتی قتل کیس میں تحقیقات کے لیے مقرر کیا گیا تھا، جس پر

زینب کے والد نے ابوبکر خدا بخش کو قادیانی قرار دے کر تحقیقاتی کمیٹی کو نامنظور کر دیا تھا۔ گھسیٹ پورہ کے مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ایسے مشتبہ شخص کو تحقیقات کے لیے مقرر کرنے سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے۔ اس لیے گھسیٹ پورہ کے مسلمان حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ واقعے کی مکمل تحقیقات کے لیے ایک غیر جانبدار شخص کو مقرر کیا جائے۔

گھسیٹ پورہ نامی گاؤں میں 20 سے 25 فیصد قادیانی آباد ہیں۔ یہاں بسنے والے مسلمانوں کا کہنا ہے کہ اس گاؤں میں قادیانی نہ صرف غریب اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دہی سے قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں، بلکہ مسلمانوں کو اشتعال دلانے کے لیے سرعام شعائر اسلامی بھی استعمال کرتے ہیں۔ جب کہ آئین پاکستان کی رو سے قادیانی غیر مسلم ہیں، قادیانی خود کو مسلمان کہلوا سکتے ہیں، نہ شعائر اسلامی استعمال کر سکتے ہیں۔ قادیانیوں کی جانب سے آئین پاکستان کی خلاف ورزی قانون نافذ کرنے والے اداروں کی غفلت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جس سے پاکستان مخالف شر پسند عناصر کو پاکستان میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان تنازعات بڑھا کر پاکستان کو بدنام کرنے، ملک میں فساد اور انتشار کو ہوا دینے کا موقع ملتا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں آئین کے مطابق تمام حقوق قادیانیوں کو دیے جا رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود قادیانیوں کی جانب سے نہ صرف پاکستان پر الزام لگایا جاتا ہے کہ پاکستان میں قادیانیوں کو حقوق نہیں دیے جاتے، بلکہ قادیانی آئین پاکستان کی خلاف ورزی کر کے مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی کوشش بھی کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ انتخابات 2018 میں قادیانیوں نے پاکستان میں الیکشن کا صرف اس لیے بائیکاٹ کیا کہ قادیانیوں کے لیے علیحدہ ووٹر لسٹیں کیوں بنائی گئی ہیں۔ جب کہ رواں ماہ اگست ہی میں قادیانیوں کا لندن میں ایک اجتماع ہوا جس میں قادیانیوں نے برطانوی رکن پارلیمنٹ کو مدعو کیا تو اس نے پاکستان میں قادیانیوں کی حق تلفی کی بات کی اور عمران خان کو چیلنج دیا کہ وہ قادیانیوں کو مکمل حقوق دیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی پاکستانی شہری ہیں۔ آئین پاکستان کے تحت وہ تمام حقوق استعمال کر سکتے ہیں جو اقلیتوں کو پاکستان میں دیے گئے ہیں۔ مگر اصل جھگڑا تب پیدا ہوتا ہے جب قادیانی خود کو اقلیت تسلیم نہیں کرتے اور مسلمان ظاہر کرتے ہیں، بلکہ جو قادیانیوں کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کو معاذ اللہ نبی نہ مانے قادیانیوں کے بقول وہ مسلمان کافر ہے۔ یہی بات قادیانیوں کے سربراہ نے 1974 میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے مشترکہ اجلاس میں کہی تھی جس پر ایوان ہکا بکا رہ گیا تھا۔ پاکستان میں قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ریڈ لائن ہے۔ قادیانی اس ریڈ لائن کو کراس کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے معاملہ خراب ہوتا ہے۔ اس لیے عمران خان حکومت کو پاکستان میں قادیانیوں کی آئین مخالف سرگرمیوں پر فی الفور نوٹس لے کر کارروائی کرنی چاہیے، تاکہ ملک میں قادیانیوں کی وجہ سے آئندہ کوئی سانحہ رونما نہ ہو۔

نیدرلینڈز کے گستاخانہ خاکے، اقوام متحدہ اور او آئی سی

مولانا زاہد الراشدی

سینٹ آف پاکستان نے ناموس رسالت کے حوالہ سے ہالینڈ میں دس نومبر کو منعقد کی جانے والی گستاخانہ خاکوں کی مجوزہ نمائش کی مذمت کی قرارداد متفقہ طور پر منظور کر لی ہے اور وزیر اعظم عمران خان نے اس موقع پر ایوانِ بالا میں خطاب کرتے ہوئے گستاخانہ خاکوں کے مقابلوں کو ناقابل برداشت قرار دیا ہے اور معاملہ کو اقوام متحدہ میں اٹھانے کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں مغربی ذہنیت کو جانتا ہوں، وہاں کے عوام کو اس بات کی سمجھ نہیں آتی، عوام کی بڑی تعداد کو اندازہ ہی نہیں کہ ہمارے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کتنا پیار ہے، انہیں نہیں پتا کہ وہ ہمیں کس قدر تکلیف دیتے ہیں، اور وہ آزادیٔ اظہار کے نام پر اس سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ دنیا کو بتانا چاہیے کہ جیسے ہولوکاسٹ سے ان کو تکلیف ہوتی ہے، گستاخانہ خاکوں سے وہ ہمیں اس سے کہیں زیادہ تکلیف دیتے ہیں۔ عمران خان نے کہا کہ اس معاشرے میں فتنہ اور جذبات بھڑکانا بہت آسان ہے، مغرب میں وہ لوگ جو مسلمانوں سے نفرت کرتے ہیں ان کے لیے یہ بہت آسان بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی حکومت میں یہ کوشش کریں گے کہ او آئی سی کو اس پر متفق کریں، اس چیز کا بار بار ہونا مجموعی طور پر مسلمانوں کی ناکامی ہے، گستاخانہ خاکوں کے معاملے پر او آئی سی کو متحرک ہونا ہوگا اور اسے اس معاملے میں کوئی پالیسی بنانی چاہیے۔ یہ دنیا کی ناکامی ہے، مغرب میں لوگوں کو اس معاملہ کی حساسیت کا اندازہ نہیں، لہٰذا مسلم دنیا ایک چیز پر اکٹھی ہو اور پھر مغرب کو بتائیں کہ ایسی حرکتوں سے ہمیں کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

وزیر اعظم عمران خان کا یہ خطاب ہمارے خیال میں پوری قوم کے دلوں کی آواز ہے اور اسے سیاسی و گروہی وابستگیوں سے بالاتر ہو کر سب کو سپورٹ کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ ملک بھر میں اس سلسلہ میں احتجاجی مہم کا دائرہ وسیع ہوتا جا رہا ہے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۹ ستمبر کو لاہور میں ایک بڑے عوامی مظاہرے کا اعلان کیا ہے جس کی قیادت متحدہ مجلس عمل کے سربراہ مولانا فضل الرحمان کریں گے۔ گزشتہ روز اس مظاہرہ میں منظم طور پر شرکت کی تیاری کے لیے گوجرانوالہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مختلف دینی جماعتوں کے نمائندوں کا اجلاس ہوا جس میں لاہور کے ۹ ستمبر کے مظاہرہ میں بھرپور شرکت کے لیے پروگرام وضع کیا گیا اور طے پایا کہ اسی سلسلہ میں ۴ ستمبر کو مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ میں ایک کنونشن منعقد کیا جائے گا جس میں دینی جماعتوں اور تاجر تنظیموں کے راہنما خطاب کریں گے اور مختلف مکاتب فکر کے زعماء شریک ہوں گے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرگرمیاں دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بادشاہی مسجد کی ختم نبوت کانفرنس کی طرز پر عوامی قوت کا ایک بڑا مظاہرہ ہوگا جس کی کامیابی کے لیے سب کو تعاون کرنا چاہیے۔ اس سے قبل ۲ ستمبر کو لاہور میں محترم صاحبزادہ پیر شفاعت رسول قادری کی دعوت پر بھی مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام کا ایک مشترکہ اجلاس ہو رہا ہے اور اس کی تیاریاں جاری ہیں۔ پشاور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کی طرف سے ایک احتجاجی ریلی منعقد کرنے کا اعلان سامنے آیا ہے اور دیگر متعدد

تنظیموں اور اداروں کی طرف سے بھی احتجاج واضطراب کے اظہار کا سلسلہ روز افزوں ہے۔

جہاں تک ایمانی جذبات کے اظہار کا تعلق ہے وہ تو بحمد اللہ تعالیٰ مسلسل بڑھ رہا ہے بلکہ دنیا بھر میں ہالینڈ کے بعض ناعاقبت اندیشوں کی اس مذموم حرکت پر ناراضگی اور شدید غصے کی لہر ابھرتی دکھائی دے رہی ہے۔ مگر ہمارے خیال میں محض جذبات اور غم وغصہ کا اظہار کافی نہیں ہے بلکہ اصل فورم پر یہ جنگ لڑنے کی ضرورت ہے جس کا وزیراعظم عمران خان نے تذکرہ کیا ہے، جبکہ ہم ایک عرصہ سے ان کالموں میں مسلسل گزارش کررہے ہیں کہ (۱) ناموس رسالت (۲) تحفظ ختم نبوت (۳) اور پاکستان کی اسلامی شناخت کے معاملات پر حقیقی معرکہ آرائی بین الاقوامی اداروں اور لابیوں میں ہورہی ہے مگر وہاں ہمارا یعنی دینی حلقوں کا کوئی مورچہ موجود نہیں ہے۔ سیکولر حلقے اور منکرین ختم نبوت بین الاقوامی معاہدات کے ہتھیاروں کے ساتھ عالمی اداروں اور حلقوں میں دین، اہل دین اور پاکستان کے خلاف محاذ گرم کیے ہوئے ہیں مگر ہم سوشل میڈیا، مساجد اور سڑکوں پر اپنے جذبات کا اظہار کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں کہ فرض ادا ہوگیا ہے۔ مجھے سوشل میڈیا اور عوامی حلقوں میں اس مہم کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں ہے بلکہ میں خود اپنی استطاعت کے مطابق اس میں شریک رہتا ہوں لیکن بین الاقوامی اداروں اور لابیوں کا وسیع تر اور مؤثر محاذ ہماری نمائندگی سے خالی ہے اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہے۔ ہمارے ہاں کی عمومی صورتحال یہ ہے کہ سیکولر حلقوں نے ابھی تک پاکستان کے دستور کو سنجیدگی سے نہیں لیا جبکہ دینی حلقوں کی بین الاقوامی معاہدات کے بارے میں یہی صورتحال ہے۔ حالانکہ بین الاقوامی معاہدات اور دستور پاکستان دونوں زندہ حقیقتیں ہیں جن سے صرفِ نظر کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ سیکولر حلقوں کا خیال ہے کہ دستور پاکستان محض ایک نمائشی اور کاغذی دستاویز ہے جسے پس پشت ڈال کر پاکستان میں وہ اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھا سکتے ہیں جبکہ دینی حلقوں کے نزدیک بین الاقوامی معاہدات کی کم وبیش یہی حیثیت ہے۔ دونوں کو اپنے اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرنا ہوگی اور زمینی حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہوگا ورنہ قوم اسی طرح ذہنی اور فکری خلفشار کا شکار رہے گی اور دونوں طرف کے مہم جو گروہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

ہمارے نزدیک اس کا حل وہی ہے جو وزیراعظم عمران خان نے بتایا ہے بلکہ اس سے قبل ملائیشیا کے وزیراعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد اقوام متحدہ کی پچاس سالہ تقریبات کے موقع پر، جبکہ وہ خود او آئی سی کے صدر تھے، یہ تجویز دے چکے ہیں کہ مسلم امہ کو متحد ہوکر اقوام متحدہ سے دو مسئلوں پر بات کرنا ہوگی۔ ایک یہ کہ بین الاقوامی معاہدات پر مسلم امہ کے دینی وتہذیبی تحفظات کے حوالہ سے نظر ثانی کی ضرورت ہے اور دوسرا یہ کہ اقوام متحدہ کے پالیسی ساز ادارہ سلامتی کونسل میں مسلم امہ کی نمائندگی متوازن نہیں ہے اور وہ ویٹو پاور کی فیصلہ کن اتھارٹی کے دائرہ سے باہر ہے۔ مغربی دنیا اور عالم اسلام کے درمیان موجودہ بے اعتمادی بلکہ کشمکش کی بڑی وجہ یہی ہے اس لیے اقوام متحدہ کے ساتھ اجتماعی طور پر دوٹوک بات کرنا ان کے نزدیک ضروری ہے۔ ہمارے خیال میں حکومت پاکستان کو اس سلسلہ میں ڈاکٹر مہاتیر محمد اور ترکی کے صدر رجب طیب اردگان کے ساتھ بھی مشاورت کا اہتمام کرنا چاہیے، بلکہ مسلم دنیا کے ان مشترکہ مسائل کے حل کے لیے اگر سعودی عرب کے شاہ سلیمان، ترکی کے رجب اردگان، ملائیشیا کے ڈاکٹر مہاتیر محمد، پاکستان کے وزیراعظم عمران خان اور ایران کے صدر حسن روحانی باہمی مشاورت کے ساتھ پیشرفت کریں تو وہ یقیناً بے نتیجہ نہیں ہوگی۔ خدا کرے کہ ایسا ہوجائے، آمین یارب العالمین۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، نبوت اور خاندانِ نبوت کی نظر میں

محمد یوسف شیخو پوری

آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال قبل مکۃ المکرّمہ کی سنگلاخ اور بے آب و گیاہ وادیوں میں آفتابِ رسالت طلوع ہوا تو اس کی ابدی وتاباں کرنوں سے جہالت وضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں سرگرداں انسانیت کو رشد وہدایت اور فوز وفلاح کی منزل نصیب ہوئی اور کفر وشرک کی گھنگھور گھٹاؤں میں ''لِیُخْرِجَکُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَیٰ النُّوْرْ '' کا نظارہ ہونے لگا۔ چنانچہ آفتابِ نبوت کی ضوافشاں کرنیں اوّل اوّل جن خوش نصیب ہستیوں پر پڑیں ان میں ایک نام خلیفہ ثالث، امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، جنھیں بڑی بے دردی کے ساتھ مظلومیت کی حالت میں مدینۃ الرسول میں ۱۸؍ذوالحجہ ۳۵ ہجری کو شہید کر دیا گیا۔

آپ کی اسلام میں اس قدر قربانیاں وکارنامے ہیں جن کی مثال پیش کرنے سے تاریخ انسانیت عاجز ہے۔ آیئے! آپ کی عظمت کے مختلف پہلوؤں سے ایک مخصوص حصہ کا ذکر خیر کرتے ہیں۔

انسانی معاشرت کا بنیادی اصول ہے جس کو ہر ذی شعور آدمی سمجھتا ہے کہ کسی آدمی کا دوسرے خاندان کے ساتھ اچھے تعلقات کا ہونا ان کی آپس میں یگانگت، الفت ومحبت، اخوت ومودت اور قرب کا بیّن ثبوت ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نبوت اور اہل بیت نبوت کے ساتھ کس حد تک تعلق تھا اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

نسبی تعلقات:

۱۔ والد اور والدہ دونوں طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف اور حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابی العاص بن اُمیّہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔ پانچویں پشت میں آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے اور والدہ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ حضرت اَرْ وَیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں۔ آپ اُم حکیم بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم حضرت عبداللہ کے ساتھ توام (جڑواں) پیدا ہوئیں تھیں۔ یہیں (والد اور والدہ کا) تعلق دوسرے ہاشمی حضرات کے ساتھ بنتا ہے۔ حضرت عثمان کی والدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت علی، جعفر طیّار اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم کی بھی پھوپھی زاد ہیں اور حضرت عباس وحضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہما کی بھانجی ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونو ریعنی سیدہ رقیہ اور سیدہ اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یہ دونوں نکاح وحی کے مطابق ہوئے اور اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انفرادی کمال وخصوصیت یہ ہے کہ اولادِ آدم میں واحد آپ ہی ہی جن کے نکاح میں نبی ہی نہیں بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں آئی ہیں۔ جبکہ آپ کے علاوہ کسی کے نکاح میں ایک نبی کی دو بیٹیاں جمع نہیں ہوئیں۔'' وَ لَا یُعْرَفُ اَحَدٌ تَزَوَّجَ بِنْتَیْ نَبِیٍّ غَیْرَہٗ ''۔(تاریخ الخلفاء للسیوطی، الصواعق المحرقہ لابن حجر)

پھر اس پر مستزاد یہ کہ جب دونوں صاحبزادیاں انتقال فرما گئیں اور آپؓ اس رشتہ کے انقطاع پر مغموم ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تسلی کے لیے جو یادگار جملے فرمائے یہ بھی واحد آپ ہی کا اعزاز ہے اور مزید لطف کی بات یہ ہے کہ ان جملوں کو نقل کر کے آنے والی انسانیت کو آگاہ کرنے والے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔'' یعنی آپ نے فرمایا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں باری باری سب کا نکاح عثمان سے کر دیتا حتیٰ کہ ایک بھی باقی نہ رہتی''۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اوپر خاندانِ نبوّت کے اعتماد اور آپ کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

عن عقبة بن علقمه قال سمعت علی بن ابی طالب یقول سمعتُ رسُولَ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ اَرْبَعِیْنَ بِنْتًا زَوَّجْتُ عُثْمَانَ وَاحِدَةً بَعْد وَاحِدَةً حتّیٰ لَا یَبْقیٰ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً (الصواعق المحرقه ، اسد الغابة ، تاریخ الخلفاء)

۳۔ دونوں ہم زلف کے تعلقات صرف اپنی ذات تک ہی نہیں بلکہ یہ سلسلہ آگے بھی چلا ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر شہید کربلا حضرت سیدنا حسین بن علی کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ بنت حسینؓ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے ہوا اور دوسری بیٹی حضرت سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے زید بن عمرو بن عثمان سے ہوا۔ (طبقات ابن سعد، مقاتل الطالبین)

جیسے کل خود نانا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں ایسے آج نواسہ یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بھی دو صاحبزادیاں جناب عثمانؓ کے دو پوتوں کے نکاح میں آئیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کے خاندان پر اہل بیت کے اعتماد کی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ علماءِ رجال وتاریخ نے بہت سے نسبی تعلقات ذکر کیے ہیں۔

فضائلِ عثمانی کا اعتراف:

۱۔ جب ابن سبا کے ٹولے بلوائیوں سبائیوں اور باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر رکھا تھا اُس

دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور لمبی گفتگو فرمائی۔جس میں فرمایا: واللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ......الخ.
عبارت کا ترجمہ ومفہوم یہ ہے کہ ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہو رہا کہ آپ سے میں کیا کہوں؟ (کیونکہ) میں کو بات ایسی نہیں جانتا جس سے آپ ناواقف ہوں اور نہ میں آپ کی کسی ایسی چیز کی طرف رہنمائی کر سکتا ہوں جو آپ کو معلوم نہ ہو، کسی معاملہ میں آپ سے میں سبقت نہیں رکھتا جس کی آپ کو خبر دوں اور نہ خلوت کی حالت میں میں نے کوئی چیز حاصل کی جو آپ تک پہنچاؤں، آپ نے رسولِ خدا کا دیدار کیا جس طرح ہم نے کیا، آپ نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جس طرح ہم نے سنا اور حضور علیہ السلام کے آپ بھی ہم نشین تھے جیسا کہ ہم نشین تھے اور ابوبکر بن ابی قحافہؓ اور عمر بن الخطابؓ حق بات پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ حق دار نہیں تھے اور اے عثمان! آپ نسبی قرابت میں ان دونوں سے رسولِ خدا کے زیادہ قریب ہیں اور آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دامادی کا شرف حاصل ہوا ہے جو ان دونوں کو نہیں ہوا''۔(نہج البلاغۃ)

۲۔ خلافتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں آپ کی جماعت کے ایک شخص نے آپ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے سوال کیا تو جواباً آپ نے فرمایا: ''کہ عثمان کے حق میں میرا بہت اعلیٰ خیال ہے، بے شک عثمان اُن لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا: ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقُوْ وَ آمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْ وَ اَحْسَنُوْا وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ . (المستدرک، کنز العمال)

۳۔ ایک موقع پر آپ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: کَانَ عُثْمَانُ رضی اللّٰہ عنہ خَیرنا......الخ۔یعنی عثمان رضی اللہ عنہ ہم میں سے سب سے بہتر تھے، صلہ رحمی کرنے والے تھے، سب سے زیادہ حیادار اور پاکیزہ تھے، اللہ سے بہت خوف کرنے والے تھے۔(البدایہ والنہایہ، ج:۷)

۴۔ ابن عساکر کے حوالہ سے کنز العمال کی روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بعض آدمیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''وہ بہترین شخص تھے، چوتھے آسمان میں آپ کا نام ذوالنورین ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے ان کو اپنی دو صاحبزادیاں نکاح میں دیں، (ایک موقع پر) رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایک مکان خرید کر مسجد میں اضافہ کر دے گا تو اللہ اس کی مغفرت فرما دیں گے، سو عثمان نے وہ مکان خرید کر مسجد میں ملا دیا۔(ایک دوسرے موقع پر) جناب نبی علیہ السلام نے فرمایا: فلاں قبیلہ کا مربد (باڑہ) خرید کر عام مسلمانوں کے لیے جو آدمی وقف کرے گا اس کے لیے بخشش ہوگی۔سو یہ بھی عثمان نے کیا۔آپ علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص جیش العسرۃ یعنی غزوہ تبوک والے لشکر کے لیے تیاری کا سامان پیش کرے گا وہ عند اللہ مغفور ہوگا۔

سو عثمان نے پالان کسنے کی رسی تک سامان لشکر کو مہیا کر دیا۔ (کنز العمال، ج:۶، ص:۳۷۹)

برأتِ عثمانؓ برأتِ علیؓ ہے:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بعد تیسرے نمبر پر سب سے افضل قرار دیا۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظروں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی محبت و قیمت اس حد تک تھی کہ آپ نے فرمایا جو شخص عثمان کو ایماندار نہیں سمجھتا وہ خود دین اسلام سے بیزار ہے، اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں۔ **قَالَ عَلِیٌّ رضی اللّٰہ عنہ مَنْ تَبَرَّأَ مِنْ دِیْنِ عُثْمَانَ فَقَدْ تَبَرَّأَ مِنَ الایْمانِ**۔ (الاستیعاب، ج:۳، ص:۷۶)

میمون بن مہران حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ قحط آ گیا، مسلمانوں پر تنگی و شدت کی حالت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بے مثال جود و سخا کے دریا بہائے جو عند اللہ مقبول ہوئی پھر حضرت ابن عباسؓ کو اس پر عجیب بشارتیں نصیب ہوئیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں کامیابی کا بیّن ثبوت ہے۔ (ازالۃ الخفا)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے، اللہ کی قسم! وہ اپنے خدام اور غلاموں پر مہربانی کرنے والے تھے، نیکی کرنے والوں میں سب سے زیادہ افضل تھے، شب خیز و شب زندہ دار تھے، دوزخ کے ذکر پر بہت زیادہ رونے والے تھے، عزت و وقار کے امور میں قائم ہو جانے والے تھے، بخشش و عطا کی طرف سبقت کرنے والے تھے، برائی کا انکار کرنے والے تھے، بہت وفادار تھے، اسلام کے لشکر کی (غزوہ تبوک کے موقع پر) تنگی میں امداد کرنے والے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے، پس جو شخص عثمان کو برا بھلا کہے اللہ اس پر لعنت کرنے والوں کی لعنت و پھٹکار جاری رکھے قیامت کے روز تک۔ (تاریخ المسعودی الشیعی، ناسخ التواریخ)۔ یہ گیارہ عدد اقوال مفسرِ قرآن، حبر الامت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرزند کے ہیں جن کے بارے اہل رفض کہتے ہیں کہ ان کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم سے آیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا علم جناب نبی کریم علیہ السلام سے آیا ہے اور آپ علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ (کشف الغمہ، ج:۱، ص:۵۰۷)

حضرت حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا فرمان:

''کتاب التمہید والبیان فی مقتل الشہید عثمان'' میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں دیا گیا طویل خطبہ ہے

جس میں آپ نے اپنا خواب ذکر کیا کہ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظلماً شہید کیا جانا اور عند اللہ اس کا مطالبہ کیا جانا مذکور ہے، پھر اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تائید کرنا بھی مذکور ہے۔ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اِنَّ اَبَا بَکْرٍ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَ اَنَّ عُمَرَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ الْبَصَرِ وَ اَنَّ عُثْمَانَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ الْفُوأدِ ......الخ ۔یعنی بے شک ابوبکر میرے گوش کی طرح ہیں اور عمر بمنزلہ میری آنکھ کے ہیں اور عثمان میرے دل کے قائم مقام ہے۔(معانی الاخبار، از ابن بابویہ قمی)

سیدنا زین العابدین بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا فرمان:

ایک موقع پر حضرت زین العابدین کے پاس عراق کے کچھ لوگ آئے اور خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے حق میں طعن و اعتراضات کیے۔ جب وہ اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا تم اُن لوگوں میں سے ہو جو اوّلین مہاجرین تھے؟ کیا تم کو اللہ کی رضا کے حصول میں اپنے مکانات سے نکالا گیا؟ یوں متعدد سوالات کرنے کے بعد انھوں نے جواباً کہا ہم اُن میں سے نہیں ہیں، تو آپ نے فرمایا میں تمھارے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ تم تو اُن لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے حق میں قرآن نے کہا: وَالَّذِیْنَ جَآؤُا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا ۔(ترجمہ: اور وہ لوگ جو ان کے (یعنی سابقین اولین کے) بعد آئے وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے ہو گذرے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھیو) پھر اُن لوگوں سے ناراض ہو کر فرمایا: اُخْرُجُوْا عَنِّیْ فَعَلَ اللّٰهِ بِکُمْ (کشف الغمہ، حلیۃ الاولیاء) یعنی تم یہاں سے نکل جاؤ اللہ تمھارے ساتھ وہی معاملہ کرے جس کے تم اہل ہو۔

سیدنا جعفر صادق بن سیدنا محمد باقر کا فرمان:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے سیدنا جعفر صادق اپنے والد سیدنا محمد باقر سے نقل کرتے ہیں: ''عن جعفر بن محمد عن ابیه ان عثمان تختم فی الیسار'' کہ حضرت عثمان رضی اللہ اپنی انگشتری یعنی انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔(طبقات ابن سعد) روافض کے پانچویں اور چھٹے امام خلفاءِ راشدین کے عمل کو حجۃ سمجھتے اور دینی مسائل میں ان کے اعمال سے استدلال کرتے تھے۔فروع کافی کی روایت کے مطابق سیدنا جعفر صادق قربِ قیامت، ظہور مہدی کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''آخر دن آسمان سے یہ نداء آئے گی کہ عثمان اور ان کی جماعت کامیاب ہے''۔

معلوم ہوا کہ خاندانِ نبوت کو خلفاءِ راشدین پر مکمل اعتماد تھا، دل وجان سے ان کا احترام کرتے اور ان کی اتباع ومسلک پر چلتے تھے۔ ان میں آپس میں کوئی مجادلت ومناقشت، منافرت ومخاصمت نہ تھی بلکہ یگانگت واتحاد، الفت ومحبت، مودت واخوت تھی۔ اب نبوت اور خاندانِ نبوت کے ساتھ محبت وعقیدت کا حق یہ ہے کہ ان حضرات کی طرح ہم بھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے سوءِ ظن سے بچیں اور ان کے اقوال وفرامین پر عمل کریں اور محبت وعقیدت کی نظر سے یہ عقیدہ رکھیں:

عاشقِ ذات خدا بے شک ہیں عثمان غنیؓ ۔۔۔ پیکرِ شرم و حیا بے شک ہیں عثمان غنیؓ
ثبت جس نے چار جانب دین کا پرچم کیا ۔۔۔ وہ رفیقِ مصطفیٰ بے شک ہیں عثمان غنیؓ
مال و زر جس نے لٹایا دینِ برحق کے لیے ۔۔۔ منبعِ جود و سخا بے شک ہیں عثمان غنیؓ
اسوۂ نبی کے تھے کامل نمونہ بالیقیں ۔۔۔ ناشرِ شرعِ ہُدیٰ بے شک ہیں عثمان غنیؓ
نورِ چشم مصطفیٰ دو آئیں ان کے عقد میں ۔۔۔ باحیا ، باصفا ، بے شک ہیں عثمان غنیؓ
غازی دینِ خدا ہیں اور شہیدِ راہِ حق ۔۔۔ پیکرِ صبر و رضا بے شک ہیں عثمان غنیؓ
نبی نے ذی النورین کا رتبہ کیا جن کو عطا ۔۔۔ وہ سراپا باحیا بے شک ہیں عثمان غنیؓ
یادِ حق رات دن انور رہے جو عمر بھر ۔۔۔ وہ مجسم باصفا بے شک ہیں عثمان غنیؓ

☆......☆......☆

دعاءِ صحت

- ★ قائدِ احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
- ★ مجلس احرارِ اسلام ملتان کے سرپرست اور رکن مرکزی مجلس شوریٰ صوفی نذیر احمد
- ★ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی جناب خواجہ رشید احمد صاحب
- ★ لاہور کے بزرگ احرار کارکن چودھری محمد اکرام صاحب
- ★ قاری ظہور رحیم عثمانی کے بیٹے محمد علی ★ مدرسہ معمورہ ملتان کا سابق طالب علم حافظ محمد اویس سنجرانی
- ★ مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محمد یعقوب خان خواجکزئی

احباب وقارئین سے درخواست ہے کہ تمام مریضوں کی صحت یابی کے لیے دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ سب کو شفا کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

شہیدِ غیرت، مظلومِ کربلا، ریحانۃ النبی......سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہما

ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جماعتِ صحابہؓ......... دانائے سبل، فخر الرسل، مولائے کل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکم الٰہی، کلام، کلام الٰہی اور عمل منتہائے ربی ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے متجاوز قدسی صفت صحابہؓ کی جماعت گراں مایہ میں فکر ونظر اور شعور واحساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امتِ رسول ﷺ کے لیے ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتا رہے گا۔

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نور نظر علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ ورضوانہ علیہ بھی اسی جماعتِ صحابہؓ کے فرد فرید اور لُولُوئے لالہ ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔ اور اس سے اس ارشاد نبوی کی صداقت پر ایمان قوی ہو جاتا ہے کہ جماعت صحابہ کا ہر ہر فرد قیامت تک امت رسول کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ وہ سب آسمان نبوت کے روشن ستارے ہیں۔ وہ سب مومنین کاملین ہیں۔ صحابہ کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے کلام اللہ میں دی۔ منافقت اور ایمان کی راہیں متضاد اور جدا جدا ہیں۔ بعض لوگ منافقت کا روپ دھار کر صحابہ کی جماعت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی منافقت واضح کر دی۔ حضور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن منافقین کا نام لے لے کر انہیں اپنی جماعت سے باہر نکال دیا تھا۔ اس فیصلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی صحابی رسول کے ایمان میں شک کا اظہار بجائے خود منافقت ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ.......! صالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارے نہیں سورۃ بقرا ایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنھوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں...... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا.......

''یا اللہ! جو حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسین رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔''

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی معیت جسدی اور معیّتِ زمانی حاصل ہے۔ آپ براہِ راست فیضانِ رسول حاصل کرنے کے شرف سے مشرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام ومرتبہ اور اجلال واکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز ومحور ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت، منافقین عجم کے سازشی فکر وفلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ سے دین کی روح عمل سمجھ میں آ جاتی ہے اور غیرت وحمیت اپنے اوج کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے

جہاں غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعتِ شہادت زیب تن کی، وہاں انھوں نے منافقین عجم کے اس گروہِ خبیث کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا جوان کے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے درپے آزار ہوکر خلافتِ عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کربلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیبر کی شکست، جزیرۃ العرب سے انخلاء اوراپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے امتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق کی گہری سازشیں شروع کر دی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہوکر انتقام پر اتر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدارِ کسریٰ کے ملیامیٹ ہوجانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دونمایاں عناصر کو ایک حسبی نسبی یہودی مسٹر عبداللہ ابن سباء جیسا شر دماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسینؓ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ھ میں جب امیر المؤمنین خلیفۂ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ منافقوں نے سیدنا حسینؓ کو خط لکھا کہ ''حسینؓ! تجھ کو مبارک ہو معاویہ مرگیا!'' سازش اور فساد کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ کوفیوں نے سیدنا حسینؓ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آیئے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسینؓ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ چنانچہ جب سیدنا حسینؓ مقام ثعلبیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے جناب مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کرلیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیاد اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہِ راست شریک اور ملوث تھے، انھوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسینؓ یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہوجائے گی اور مفاہمت ہوجائے گی۔ چنانچہ انھوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسینؓ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ''ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے''۔ سیدنا حسینؓ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسینؓ کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کربلا میں سیدنا حسینؓ نے جو تین شرائط پیش کیں، اُن پر ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو ''تاریخ ابن کثیر''، ''تاریخ طبری'' اور شیعہ کی مشہور کتاب ''الشافی'' میں کچھ یوں مرقوم ومرتسم ہیں:

> ''میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کرلو۔ یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کرلے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام

وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی ،وہی مجھے بھی پہنچے گی ('' الشافی'' ص ۷۱)

یہی وہ تین شرائط ہیں جو اہل سنت کے لیے فیصلے کا معیار ہیں۔ اصل مجرموں کی شناخت کے لیے بھی یہیں سے حقیقی بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی قصے، کہانی اور افسانے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔

جو لوگ آج آلِ رسول اور اہل بیت رسول علیہم الرضوان کی محبتوں کا واسطہ دے کر حق و باطل کے خانہ ساز معرکے اٹھا رہے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ ان کی ساری خرمستیاں' سبائی دولت، اشتری حیلوں، حکیمی تجبر اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔ یہود و مجوس کی ساری تگ و دو اس نکتہ پر مرتکز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کر دیئے جائیں ۔میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے پے در پے دوچار ہونے والے اعداءِ رسول و اعداءِ اصحاب رسول کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزمایا گیا اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ و سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت ضمیر و خمیر، سرشت و خصال اور فکر و نہاد کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ جس کا دردناک مظاہرہ شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

''بندگیٔ بوتراب'' کا نعرہ سرزمین عجم کو اسی لیے راس اور خوش آیا کہ یہاں صنم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزاجوں کا حصہ ہو چکی تھی۔ جہاں بندگیٔ طاقت و دولت آئین ہائے کہنہ و نو کے متنِ واحد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں خیثانِ عجم، یہود و مجوس کے لیے سازگاری ہی سازگاری تھی۔ چنانچہ ملت ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ اور امت محمدیہ کی ابدی شوکت و سطوت کو مجروح و مسخ کرنے کے لئے آلِ رسول علیہم الرضوان کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا اور کربلا مقتلِ آلِ رسول بنادی گئی۔ سبطِ رسول شہید کر دیئے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا ،ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدر اوّل میں اپنی جانکاہ ہزیمتوں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خون صحابہ اور اسوۂ و آثار اصحابِ رسول علیہم الرضوان اس ناقابل تسخیر قلعہ کی فصلیں ہوگئی ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام گونجتا رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کا نام بھی تا ابد تابندہ رہے گا۔

حادثۂ کربلا کا تعلق عقائد سے نہیں تاریخ سے ہے۔ عقیدہ کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ بعض لوگوں نے تاریخ کی بنیاد پر عقیدہ گھڑ لیا ہے۔ جو یقیناً جہالت اور گمراہی ہے۔ تاریخ کی تمام کتابوں میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے نہ تو اپنی بیعت کا مطالبہ کیا اور نہ ہی یزید کی خلافت کو کہیں غلط کہا۔ مدینہ، مکہ اور کربلا تک کسی ایک مقام پر آپ کے کسی خطبے میں یزید کے خلاف کوئی چارج شیٹ نہیں۔ کوفہ کے سبائی منافقوں کے خطوط کی بنیاد پر آپ نے اصلاحِ احوال کے لیے سفر کا آغاز کیا۔ آپ

کوسفر کوفہ سے روکنے والوں میں سیدنا عبداللہ بن عباس (چچا) سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار (تایا زاد اور یزید کے سسر) سیدنا عبداللہ بن عمر (بھانجے)، سیدنا محمد بن علی حنفیہ (بھائی) سیدنا عبداللہ بن زبیر جیسے آپ کے قریبی رشتہ دار اور عظیم لوگ تھے لیکن آپ نے اپنے فیصلہ میں تبدیلی نہ فرمائی۔ ابن زیاد اور شمر سیدنا حسین کے قتل میں براہِ راست ملوث و مجرم ہیں۔ شہادتِ حسینؓ کے بعد سیدنا زین العابدین اور سیدہ سُکینہ‘ یزید کے گھر رہے۔ یزید نے قسم کھا کر قتل حسینؓ سے برأت کا بیان دیا اور سیدنا زین العابدین نے یزید کا بیان صفائی قبول کیا۔ یہاں تک کہ یزید نے انہیں ہدایہ اور مال اسباب دے کر محافظوں کے ساتھ اُن کی خواہش کے مطابق مدینہ منورہ روانہ کیا۔ سیدنا زین العابدین ۹۵ھ تک حیات رہے۔ انھوں نے یزید کی وفات کے بعد بھی ۳۵ سال تک اس کے خلاف ایک جملہ نہیں فرمایا۔ تب تو وہ کسی جبر کا شکار نہیں تھے۔ جبکہ ابن زیاد اور شمر بھی قتل ہو چکے تھے۔ سیدنا زین العابدین حادثۂ کربلا کے عینی شاہد ہیں اور اُن کی کوئی گواہی یزید کے خلاف نہیں۔ جبکہ مذکورہ بالا حضرات یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

سانحہ کربلا کے سلسلے میں اہل سنت کا اجماعی موقف یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ٹھیک اسی طرح دھوکہ دیا گیا جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دے کر شہید کیا گیا۔ اس سانحۂ عظیم اور حادثۂ فاجعہ کو سمجھنے اور حقیقی سازشی کرداروں سے آگاہی کے لیے شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے محرکات اور اسباب و عوامل کو جانچنا اور مجرموں کو پہچاننا ضروری ہے۔ اس سازش کا مرکزی کردار یہودی النسل مسٹر عبداللہ ابن سباء منافق تھا۔ اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم پر قتل کیا گیا۔ اسی کی سبائی تحریک کے افراد نے سیدنا علی، سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص پر رمضان ۴۰ھ میں بیک وقت فجر کی نماز کے وقت قاتلانہ حملہ کیا۔ سیدنا علی شہید ہوئے۔ سیدنا معاویہ زخمی ہوئے اور عمرو بن عاص بچ گئے کہ اس روز وہ مسجد میں تشریف نہ لائے۔ اُن کی جگہ خارجہ بن حذیفہ نماز پڑھا رہے تھے اور وہ شہید ہو گئے۔

سیدنا حسینؓ نے اپنے خطبہ میں خود فرمایا کہ ”میرے گروہ کے افراد نے مجھے دھوکہ دیا“ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ‘ کوفی دھوکہ بازوں، منافقوں اور سبائی تحریک کی سازش کا شکار ہوئے۔ انھوں نے مکہ سے ثعلبیہ تک کا سفر اصلاحِ احوال کے لیے فرمایا۔ سازش عیاں ہونے پر ثعلبیہ سے کوفہ کی بجائے شام کا رخ اختیار کیا۔ یوں کربلا کا سفر‘ سفر قصاصِ مسلم بن عقیل ہے۔ کربلا میں آپ نے فرمایا: ”میں اصلاحِ احوال کے لیے آیا ہوں“ پھر تین شرائط مفاہمت کی پیشکش ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اگر یزید کی بیعت نہیں کی تو یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔ بحیثیت صحابی رسول وہ اپنے اجتہاد پر قائم رہنے یا اس سے رجوع کرنے کا حق رکھتے تھے کہ مجتہد دونوں صورتوں میں ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ چنانچہ مکہ، ثعلبیہ اور کربلا تینوں مقامات پر جوں جوں صورتحال آپ پر واضح ہوتی گئی‘ آپ کا اجتہادی موقف بھی بدلتا رہا۔ اور سازشی کردار بھی واضح ہوتے چلے گئے۔ کربلا میں یقیناً ظلم ہوا۔ اس ظلم میں ملوث سازشی ناقابل معافی ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف برحق ہے۔

پڑھو مناقب عمر کے اختر (رضی اللہ عنہ)

حکیم سید حسین صاحب اختر رائے بریلوی

ملک ہیں کہتے فلک سے آ کر سنے محامد عمرؓ کے اکثر
دکھاؤ تم بھی ثنا کے جوہر پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

وہ نیل دریا کا خشک رہنا عمرؓ کے خط سے پھر اس کا بہنا
فیوضِ جاری کا کیا ہی کہنا پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

یہ ساریہؓ سے کوئی تو پوچھے صدا وہ منبر سے دی تھی کس نے
بچایا لشکر کو جس نے تیرے پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

خبر رعایا کی رکھتے ہر دم وہ گشت راتوں کو کرتے پیہم
عمرؓ سے حاکم کا تھا یہ عالم پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

ادھر نبیؐ نے دعا کی حق سے نقوش اُبھرے ادھر اثر کے
نصیب کیسے عمرؓ کے جاگے پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

لگایا سینہ سے آج کس نے دیا زمانہ کا راج کس نے
لیا جہاں سے خراج کس نے پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

یہ شان کس کی ہوئی نمایاں یہ رعب رکھتا تھا کون انساں
کہ سایہ سے جس کے بھاگے شیطاں پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

نبی کا پہلو نصیب ان کو نصیب قربِ قریب ان کو
ملی ہے دولت عجیب ان کو پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

کلامِ خالق زبان ان کی موافق ان کے ہی وحی اتری
نبی کی محرم تھیں ان کی بیٹی پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

زمیں پہ ڈھونڈھا فلک پہ دیکھا کسی کو ہم نے نہ ان سا پایا
عتیقؓ و احمدؐ کا ان پہ سایا پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

یہ لوگ کہتے ہیں تم سے اکثر دکھاؤ اختر زباں کے جوہر
سناؤ مدحِ صحابہ پڑھ کر پڑھو مناقب عمرؓ کے اختر

شاہ ست غنی ۔ بادشاہ ست غنی رضی اللہ عنہ

امام اہلِ سنت، مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

سر داد نہ داد دست در دست یہود

بر فلک عدل مہرو ماہ ست غنی
شاہ ست غنی بادشاہ ست غنی

چوں جامع مصحف الہ ست غنی
دین است غنی دیں پناہ ست غنی

ہم زلف علی و خالوئے حسنین
فردوسِ دل و خلدِ نگاہ ست غنی

صدیق و عمر بہرِ دیں سقف و عماد
باب است علی شہر پناہ ست غنی

سر داد نہ داد دست در دست یہود
حقا! کہ نشانِ لا الہ ست غنی

بیادِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

سبطِ نبی ، ابنِ علی ، سید حُسین
بنتِ علی جس پہ نہیں کرتی تھیں بین

وہ شہید ابنِ شہید آقا حُسین
ہر بہادر اور جری کے نورِ عین

مولا عمر ، سید غنی ، حضرت حسین
یہ ولی اللہ ہیں ملت کا چین

ان سے زندہ ہیں خلافت کے اصول
ان سے روشن تا ابد امت کی رین*

اے امامِ عدل و احساں ، حریت کے پاسباں
بانجھ دھرتی پہ کرم ہو، خشک ہوں میرے بھی نین

★★★

سید عطاء المحسن بخاری

(یکم محرم ۱۴۰۴ھ۔ دارِ بنی ہاشم ملتان)

*رات

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

مبصر: صبیح ہمدانی

نام: حیاتِ انوری، سوانح، ارشادات و مکتوبات مؤلف: ابوحذیفہ عمران فاروق ترتیب و حواشی: محمد راشد انوری

ضخامت: ۳۱۴ صفحات قیمت: درج نہیں ملنے کا پتہ: مجلس رائے پوری، مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد 03217603507

قطب العالم حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدّس اللہ سرّہ ماضی قریب میں سلسلۂ قادریہ و چشتیہ صابریہ کے عظیم المرتبت مربی اور شیخِ طریق تھے۔ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے انفاس شریفہ سے اس خطے میں بے تحاشا ربّانی فیوض کا ظہور ہوا۔ ایک عظیم خلقت نے آپ کے دہنِ مبارک سے اللہ کا پاک نام سیکھا اور دین و دنیا کی کامیابیوں کے حقدار ہو گئے۔ عوام الناس کے ساتھ ساتھ حضرت رائے پوری کے دست اقدس پر اہلِ فضل و علم کی بھی ایک بڑی تعداد کو اخذِ فیض و استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ زیرِ نظر کتاب جن گرامی منزلت بزرگ کے سوانح پر مشتمل ہے وہ بھی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کی بارگاہ کے وابستگان میں سے تھے بلکہ ان وابستہ مشائخ کی جماعت میں بھی نمایاں اور منفرد شان کے حامل تھے۔ آپ کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد انوری لائلپوری نوّر اللہ مرقدہ ہے۔

حضرت مولانا محمد انوری بلند پایہ علمی و عملی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت رائے پوری کی مجلسِ رشد و ہدایت سے جڑنے سے پہلے وہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن عثمانی دیوبندی، اور حضرت خاتم المحدّثین علامہ انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرّہما سے علمی و روحانی طور پر فیضیاب ہو چکے تھے۔ حضرت علامہ انور شاہ صاحب سے ہی عقیدت و محبت کی بنیاد پر انھوں نے اپنے نام میں انوری کے لفظ کا اضافہ کیا۔ وہ عمر بھر ان اولوالعزم مشائخ کے علوم و معارف کے امین رہے۔ خود حضرت رائے پوری کی بابرکت مجلس میں مختلف موضوعات پر حضرت مولانا محمد انوری سے تقاضا کیا جاتا تھا کہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کی کوئی تقریر ذہن میں ہو تو بتلایئے اور وہ خوب ضبط و اتقان کے ساتھ حضرت کشمیری یا حضرت شیخ الہند کے افادات کو نشر کرتے اور اپنے پیرِ طریقت کی داد کے مستحق بنتے۔

زیرِ تبصرہ کتاب انھی حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال و آثار کا مجموعہ ہے۔ کتاب بنیادی طور پر تین بنیادی حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ پہلا حصہ حضرت مولانا محمد انوری کے سوانح و مقامات پر مشتمل ہے، دوسرے حصے میں اکابر و اعاظم کے مختلف مکتوبات کو جمع کیا گیا ہے جبکہ تیسرے حصے میں حضرت مولانا محمد انوری کے فرزندِ ارجمند مولانا محمد ایوب الرحمٰن انوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے احوال و آثار اور ملفوظات وغیرہ یکجا کیے گئے ہیں۔

ایسی مبارک ہستیوں کے احوال و آثار کو پڑھنے اور ان سے مستفید ہونے کا موقع ملنا بجائے خود ایک بڑی سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مؤلف و مرتّب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب عمدہ کاغذ پر شائع کی گئی ہے، پروف خوانی اور طباعت کا معیار بھی قابلِ داد ہے، اگر چہ عربی و فارسی عبارات اوران کے ترجموں کے حوالے سے نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

نام: یادگار خطوط (ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن کے خطوط کا مجموعہ) مرتّب: ڈاکٹر عبدالشکور عظیم ضخامت: ۸۰۲ صفحات
قیمت: درج نہیں ناشر: مسجد الفرقان، ملیر کینٹ بازار۔ کراچی

اہلِ نظر واقف ہیں کہ علماء و فضلاء کی اسلامی روایت میں مکاتبت اور مکتوب نگاری کی تاریخ بہت مضبوط روایات کی حامل ہے۔ اسلامی تاریخ میں متعدد بزرگوں نے اپنے مکاتیب میں بیش بہا علمی و اصلاحی مضامین کو ایسے عمدہ طریقے سے سمویا ہے کہ ان کے مجموعہ ہائے مکاتیب اب تک اصلاحی مقاصد کے لیے استفادہ کرنے والوں کے لیے بیش قیمت خزانہ ہیں۔

زیر نظر کتاب مشہور صاحب علم و فضیلت جناب مولانا بریگیڈیر قاری فیوض الرحمٰن مدظلہ کے خطوط و مکاتیب کا مجموعہ ہے جسے ان کے مسترشد و مجاز اور ہمارے مہربان جناب ڈاکٹر عبدالشکور عظیم صاحب نے مرتب کیا ہے۔

حضرت مولانا قاری فیوض الرحمٰن مدظلہ بہت سے اکابر کی نسبتوں کا مجمع الابحر ہیں۔ انھوں نے امام القرّاء حضرت الشیخ عبدالوہاب مکی قدس سرّہ سے علم تجوید اخذ کیا، حضرت مولانا رسول خان نوراللہ مرقدہ سے تلمذ، حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائپوری سے بیعت، حضرت مولانا بشیر احمد پسروری سے اجازت و خلافت سمیت ان کے دامانِ اندوخت میں بہت سے اعزازات کے ستارے چمک رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی ساری زندگی دین متین کی علمی و تصنیفی و انتظامی خدمات سرانجام دینے میں بسر ہوئی ہے (تقبل اللہ)۔ چنانچہ ان خطوط کے مجموعے میں ان کی سیر و سوانح کے ان سب رنگوں کے خوبصورت نقوش موجود ہیں۔ وہ کہیں ایک شیخ و مرشد کے منصب پر فائز ہو کر مسترشدین کی اصلاح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں ناشرین اور پبلشروں سے معاملات کرتے ہوئے۔ مگر ان خطوط کا سب سے نمایاں زاویہ ان کے ہاں پایا جانے والا وہ قرینہ ہے جو وہ انسانی تعلقات کی سطح پر برتتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ان کی زندگی کا بھی سب سے نمایاں اور خوش نما رنگ یہی ہے۔ ان کی ہر تحریر میں دین کی غمخواری اور اہلِ دین سے محبت بے ساختہ نظر آتی ہے۔

کتاب کی اشاعت میں طباعت کی عمدگی کے اصولوں کو بطور خاص ملحوظ رکھا گیا ہے۔ عمدہ کاغذ، پروف کی صحت، روشن طباعت، اور الفبائی ترتیب کے التزام کے ساتھ کتاب بہت خوب منظر ہوگئی ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ اگر چہ موجودہ حالت میں بھی کتاب عمدگی سے پیش کی گئی ہے لیکن اگر تمام مکتوب الیہم کے مختصر احوال و سوانح اگر درج کر دیے جاتے تو فائدہ دہ چند ہو جاتا۔ اسی طرح چونکہ کتاب میں اہلِ علم و فن رجال سمیت بہت سے موضوعات پر کئی نادر معلومات یکجا ہوگئی ہیں اس لیے کتاب کے آخر میں ایک باقاعدہ طور پر مرتّب کیا گیا اشاریہ بھی ایزاد کیا جا سکتا تھا، جس سے مطلوبہ معلومات تک رسائی باسہولت اور تیز رفتار ہو جاتی۔ اس خوبصورت مجموعۂ خطوط کی ترتیب و اشاعت پر جناب ڈاکٹر عبدالشکور عظیم مستحقِ تبریک ہیں کہ انھوں نے اپنے شیخ و مرشد کی ایک روحانی خدمت بھی سرانجام دی اور استفادے کے خواہش مند احباب کے لیے ایک مجموعۂ خوبی بھی مہیا کیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔

جدوجہد آزادی میں احرار کا حصہ

تحریر: مولانا مظہر علی اظہر رحمہ اللہ۔ تمہید: مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف: مولانا مظہر علی اظہر علیہ الرحمۃ (۱۳؍مارچ ۱۸۹۵ء……۲؍نومبر ۱۹۷۴ء) مجلس احرار اسلام کے بانی رہنماؤں اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے رفقاء میں سے تھے۔ وہ مجلس احرارِ اسلام ہند کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ ۱۹۳۶ء اور ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مجلس احرارِ اسلام کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا، پنجاب اسمبلی کے رکن بھی رہے۔ مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمہ اللہ کے بعد مجلس احرار میں وہ دوسری شخصیت تھے جنھوں نے قلم سنبھالا اور تحریری میدان میں بھی مجلس اور قوم کی خوب رہنمائی کی۔ مولانا مظہر علی اظہر نے شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے کے باوجود ۱۹۳۵ء کی تحریک مدحِ صحابہ لکھنؤ کی قیادت کی، انھوں نے ۱۹۵۳ء کی تحریکِ مقدس تحفظ ختمِ نبوّت میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۵۸ء میں مجلس احرار سے پابندی ختم ہوئی تو احیاءِ احرار کے لیے ملک بھر میں احرار کانفرنسوں میں اور جلوسوں میں شرکت وخطاب کیا۔ پیرانہ سالی کے باعث عملی طور پر احرار سے الگ ہوگئے لیکن ان کی شخصیت کا یہ پہلو بہت ہی تابناک اور تاریخی ہے کہ احرار سے عملی طور پر الگ ہونے کے باوجود آخر دم تک ذہنی طور پر احرار سے ہی وابستہ رہے اور کسی دوسری جماعت میں شامل نہ ہوئے۔ ۱۹۷۲ء میں ان کی رہائش گاہ پر مجھے ان کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا کا انتقال ۲؍نومبر ۱۹۷۴ء کو لاہور میں ہوا۔ انتقال سے دو ماہ قبل ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور مولانا اپنی زندگی میں یہ عظیم فیصلہ سن کر دنیا سے رخصت ہوئے۔ اُن کی نماز جنازہ جانشینِ شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور نے پڑھائی۔

انھوں نے مختلف کتابیں تصنیف کیں جن میں خطباتِ احرار، تحریکِ مدحِ صحابہؓ، تحریک مسجد شہید گنج، ہمارے فرقہ وارانہ فیصلے کا استدراج، دنیا کی بساطِ سیاست، مرزا غلام قادیانی اور ستھیارتھ پرکاش، عصمتِ آدم، قرآن وحدیث کی روشنی میں اور دیگر کئی مضامین اور پمفلٹس اُن کے قلم سے نکلے، زیرِ نظر مضمون ’’جدوجہدِ آزادی میں احرار کا حصہ‘‘ مجلس احرارِ اسلام کے ترجمان روزنامہ ’’آزاد‘‘ لاہور، ستمبر ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا، جسے قائد احرار، جانشینِ امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے ۱۹۶۸ء میں اپنے تمہیدی وتعارفی کلمات کے ساتھ شائع کیا۔

۱۹۶۲ء میں ایوب خان کی مارشل لا حکومت نے سیاسی جماعتوں سے پابندیاں ختم کیں تو احرار کی قیادت کی ذمہ داری حضرت سید ابوذر بخاریؒ نے سنبھالی۔ انھوں نے مجلس کی تاریخ وتعارف پر کئی رسائل شائع کیے جواب نایاب و ناپید ہیں۔ ان رسائل کو نقیبِ ختمِ نبوّت میں ہر ماہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ تاکہ کارکنانِ احرار کو اپنی تاریخ اور کارناموں سے آگاہی اور فکری تربیت کا موقع فراہم ہو۔ چنانچہ اس سلسلے کا آغاز مولانا مظہر علی اظہر علیہ الرحمۃ کے درج ذیل مضمون سے کیا جا رہا ہے۔ ؏ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔ (سید محمد کفیل بخاری)

تمہید:

عربی کا مشہور مقولہ ہے ''صَاحِبُ الْبَیْتِ أَدْرَیٰ بِمَا فِیْهَا'' گھر والا، مکان میں جو کچھ ہے اُسے دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔ زیرِ نظر رسالہ جناب مولوی مظہر علی اظہر کے ایک مختصر مگر جامع تاریخی مضمون کی کتابی شکل ہے۔ جو انھوں نے مجلسِ احرار اسلام کی قریباً چالیس سالہ انقلابی زندگی میں سے تیس برس کے مختلف ادوار کی سن وار ترتیب ونقشہ کشی کے طور پر آج سے سوا نو سال پہلے لکھا تھا۔ حسنِ اتفاق سے مولوی صاحب موصوف چونکہ جماعت کے بانی اکابر میں شامل تھے، لہٰذا مجلس کے ظاہر وباطن کو دوسروں سے بہر حال زیادہ اور بہتر جانتے تھے۔

ان دنوں برسوں کے تعطل، سیاسی وملکی انقلاب اور جماعتی تغیر کے بعد جماعت کا مرکزی مکتبہ مجلس کے علمی وادبی، تبلیغی وسیاسی اور تحریکی وانقلابی کارناموں پر مشتمل لٹریچر کی بالاقساط اشاعت میں مصروف ہے۔ اس لیے موضوع کے ساتھ پوری مناسبت ومطابقت کے پیشِ نظر اس رسالہ کی اشاعت بھی نہایت اہم ضروری اور بروقت اقدام کی صورت میں بروئے کار آرہی ہے۔ آزادیٔ وطن اور غلبۂ اسلام کی خالص عوامی اور دینی جدوجہد کی تاریخ کے متلاشی، چشمۂ حقائق سے سیرابی کے منتظر و متجسس عوام وخواص اور متعلقین جماعت، خصوصاً علماء وطلباء، سکولوں کالجوں کے مدرس اور متعلمین ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے خالص علمی اور تاریخی مضامین سے بہت زیادہ مستفید ومحظوظ ہوں گے، انھیں حق وباطل میں فرق وتمیز کا صحیح شعور حاصل ہوگا۔ غلط کو چھوڑ کر صحیح وصواب کو اختیار کرنے کے لیے سچے وجدان کی ہدایت نصیب ہوگی۔ یعنی وہ ضمیرِ بیدار، ایمانِ مستحکم اور عملِ صالح کے مفہوم ومصداق سے قریب وآشنا ہو سکیں گے۔ پھر زبان سے بڑھ کر قدم کا مرحلہ طے کرنا اور راہِ حق کا مسافر بننے کے لیے قافلۂ مجاہدین کی ہمرکابی اور طلب منزل کے لیے مصروفیت وجادہ پیمائی کا شرف حاصل ہونا اپنے بس کی چیز نہیں۔

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

البتہ خلوصِ نیت اور بقدر ممکن سعی وعمل کی کچھ پونجی اگر ساتھ ہو تو پھر عنایت ورحمت اور توفیقِ الٰہی، ہادی ودستگیر بن کر برسوں کی کٹھن راہ گھڑیوں میں طے کرا دیتی اور وصالِ منزلِ مقصود کی نعمت ولذت سے بہرہ ور فرما دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں کتاب وسنت، اُسوۂ ازواج واصحاب رسول علیہم السلام، اجماعِ امت، فقہِ مجتہدین اور طریقۂ سلفِ صالحین کی روشنی میں حق فہمی، حق گوئی، حق کیشی وحق کوشی اور مجاہدینِ احرار کی دینی رفاقت سے بہرہ اندوز رکھیں اور اس کی برکت سے نظامِ شریعت کا چلن دیکھنا نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

راقم السطور، خادمِ احرار، ابن امیر شریعت، سید ابو معاویہ ابوذر بخاری، ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان
کاشانۂ معاویہ، ۲۳۲، کوٹ تغلق شاہ، ملتان شہر عصر

۸/ ذی قعدہ/ ۱۳۸۷ھ

۸/ فروری/ ۱۹۶۸ء

جدوجہد آزادی اور مجلسِ احرار:

اس صدی کی پہلی جنگِ عظیم میں ترکی کے شکست کھانے کے بعد دنیائے اسلام اور ہندوستان کی سیاست میں ایک اہم تبدیلی واقع ہوئی۔ وہ مسلمان جو جنگِ عظیم میں انگریزوں کی مدد اس بنا پر کر رہے تھے کہ انگریز نے حتمی وعدے کیے ہیں کہ وہ ترکی کو شکست دینے کے بعد اس کے کسی حصے پر قبضہ نہیں کریں گے۔ بعد از جنگ کی سیاست نے ان کو بے حد پریشان کیا اور ان کو معلوم ہو گیا کہ انگریزی وعدے حسینوں کے روایتی وعدوں سے زیادہ قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ شریف مکہ سے وعدہ کیا گیا تھا کہ استخلاص عرب کے بعد عرب کی ایک حکومت بنائی جائے گی اور شریف مکہ اس کے بادشاہ ہوں گے۔

لیکن انگریزی سیاست نے ہندوستان، عرب اور مصر کے مسلمانوں سے لڑائی کے وقت مدد لینے کے بعد دو گراں قدر اقدامات کیے۔ ایک تو یہ کہ ذمہ دار لوگوں کی زبان سے دنیا کو یہ آواز سنائی کہ جنرل ایلن بی نے شام کا علاقہ فتح کر کے آخری اور کامیاب صلیبی جنگ لڑی ہے، اس اعلان نے دنیائے اسلام کو یکا یک ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ ہم تو اسے ایک سیاسی جنگ سمجھتے رہے لیکن انگریزی حکومت کے دل میں صلیبی جنگوں کی صدیوں پرانی جنگوں کی شکست کی یاد محفوظ تھی۔ اور انھوں نے ۱۹۱۴ء کی جنگ میں مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر ترکوں کے خلاف لڑایا اور جنگ ختم ہونے پر اس کے کامیاب صلیبی جنگ ہونے کا اعلان کر دیا۔

شریف مکہ کو دنیائے اسلام نے تو غدار قرار دیا لیکن اس کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ اس سے انگریز مدبّروں نے بھی غداری کی اور عرب کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بانٹ کر ان میں باہمی اختلاف کا بیج بویا۔ اور اپنی سیاست کو ’’لڑاؤ اور کام چلاؤ‘‘ کی منزل پر گامزن کیا۔

۱۹۱۸ء میں ہی جشنِ فتح کے موقع پر غیر منقسم ہندوستان میں اس جشن کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا اور دسمبر ۱۹۱۸ء میں جگہ جگہ جلسے کر کے لوگوں کو اس بائیکاٹ میں شریک ہونے اور جشنِ فتح سے اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی۔ دلّی سے علمائے کرام نے اعلان شائع کیا تھا جس کی تکمیل کی گئی۔ مجھے علم نہیں کہ بعد میں مجلسِ احرار کے کارکن بننے والوں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ مجھے تو اپنے بارے میں علم ہے کہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں جب بٹالہ میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے علماء کا حکم پہنچانے کے لیے جامع مسجد میں جلسہ رکھا تو تقریر کے لیے نظرِ انتخاب مجھ پر پڑی۔ میں نے کبھی تقریر کی ہی نہیں تھی اس لیے معذرت کی۔ لیکن کوئی دوسرا تقریر کرنے والا ہی نہ تھا کیونکہ سیاسی جلسوں کا رواج ہی نہ تھا، آخر میں نے لکھ کر آٹھ دس صفحے کی تقریر پڑھ کر سنا دی۔ اس طرح میری سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔

جشنِ فتح کی سرکاری تقریبات کے بائیکاٹ کے چند ماہ بعد تک خاموشی رہی۔ گو خلافتِ اسلامیہ کے تحفظ کے لیے کام کرنے کا جذبہ رونما ہوا اور کچھ سرکاری لوگ بھی اس تحریک کو اپنانے لگے۔

لیکن مارچ ۱۹۱۹ء میں حالات نے یکا یک پلٹا کھایا۔ گاندھی جی نے اعلان کیا کہ جدوجہد آزادی کو شروع

کرنے کے لیے ۶؍اپریل کو ہر جگہ جلسے کیے جائیں اور ہڑتال کی جائے۔ مسلمان ہر جگہ انگریزی اقتدار سے نالاں تھے۔ اس لیے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد پہلی مرتبہ ہندو اور مسلمان انگریزی اقتدار کے خلاف ہمنوا نظر آئے۔

امرتسر میں ۶؍اپریل آنے سے پہلے ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور جب ہجوم احتجاج کرنے کے لیے ڈپٹی کمشنر کی کوٹھی کی طرف گیا تو ریل کے پل پر روک کر گولی چلا دی گئی۔ کئی لوگ قتل اور زخمی ہوئے اور واپس ہونے والے ہجوم نے شہر میں ہلچل مچا دی۔ کئی عمارتوں کو آگ لگا دی گئی اور کئی انگریز قتل کر دیے گئے۔ اور شہر پر انگریزی حکومت کا قابو نہ رہا۔ اسی طرح لاہور، قصور، گوجرانوالہ اور لائل پور میں بھی فسادات ہوئے۔ ۱۳؍اپریل کو بیساکھی کے دن جلیانوالہ باغ میں جنرل ڈائر نے جلسہ گاہ میں گولیاں چلا کر جلسے میں موجود لوگوں کو نشانہ بنا کر سیکڑوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ کئی ضلعوں میں مارشل لاء کا اعلان ہوا اور اسی طرح جنگِ آزادی نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔

کانگرس نے دسمبر ۱۹۱۹ء میں اپنا سالانہ اجلاس امرتسر میں منعقد کیا۔ اس وقت کو غنیمت سمجھ کر مسلمانوں نے مجلسِ خلافت کے اجلاس کے لیے امرتسر کو تجویز کیا۔ ان اجلاسوں سے قبل حکومت برطانیہ نے علی برادران کو طویل نظر بندی سے رہا کیا اور وہ بھی امرتسر تشریف لے آئے۔ مجلسِ خلافت کی بنیاد بھی وہیں قائم ہوئی۔ لیکن دسمبر کے آنے سے پہلے ہی مارشل لاء کی عدالتوں میں مختلف مقدمات دائر ہو چکے تھے۔ بٹالہ اور گورداس پور میں بھی گرفتاریاں ہوئیں۔ ان میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ میں بھی تھا۔ ہم سوا دو ماہ بعد رہا کر دیے گئے اور کانگرس اور خلافت جماعتوں میں حصہ لینے لگے۔ میں نے ۶؍اپریل کے جلسے میں ایک نظم پڑھی جس کا مطلع تھا:

پڑی ہے سر پہ ہمارے بلائے رولٹ بل
خدا جہاں سے اٹھائے بنائے رولٹ بل

میرے بھائی صاحب مرحوم نے ایک نظم پڑھی تھی جس میں ایک ٹیپ کا بند تھا:

جگر بڑھائے ہوئے ، جان و دل لڑائے ہوئے
چلے چلو انھیں لندن تلک بھگائے ہوئے

بھائی صاحب کی نظم بھی میرے ذمے ڈال دی گئی اور مجھے خوشی ہوئی کہ ان کی گرفتاری تک نوبت نہ پہنچی اور مجھے اکیلے ہی جیل جانا پڑا۔

دسمبر ۱۹۱۹ء میں کانگرس کے سالانہ اجلاس امرتسر میں سب سے پہلے مجھے نظم پڑھنے کے لیے کہا گیا۔ جس کے پہلے چار مصرعے تھے:

چلائی تونے نہتوں پہ ظلم کی گولی
صدا ضمیر کی لیکن نہ تجھ سے کچھ بولی

کیا جو خون ہزاروں کا ، تب کمر کھولی
کہ چین آ گیا کھیلی لہو کی جب ہولی

۱۹۲۰ء میں مدرسے اور وکالت چھوڑ کر قومی کام کرنے کا فیصلہ کیا تو میں نے بھی وکالت ترک کی اور مجلسِ خلافت سے منسلک ہو کر کام شروع کیا۔ کانگرس کا کام بھی کرتا رہا۔ ۱۹۲۱ء میں ہجرت کی تحریک چلی جس کے لیے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمۃ نے بہترین کام کیا۔

ہمیں ایک دوسرے سے روشناس ہونے کا موقع ۱۹۲۳ء کے آخر میں ملا۔ جب کہ ۱۹۲۱ء کی تحریک میں گرفتاریاں دینے کے بعد رہائی پر ہم مجلسِ خلافت کے ایک اجلاس میں لاہور میں جمع ہوئے۔ وہاں چودھری افضل حق مرحوم نے مجھے اور میں نے ان کو پہچانا کہ ہم ۱۲۔۱۹۱۱ء کے زمانے میں اسلامیہ کالج لاہور میں ریواز ہوسٹل میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی کہانی سنائی، اس طرح مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور دیگر حضرات سے تعارف ہوا۔ اس وقت سے لے کر ۱۹۲۸ء تک ہم سب مجلسِ خلافت اور کانگرس میں کام کرتے رہے۔ لیکن دسمبر ۱۹۲۸ء میں جب خلافت میں باہمی اختلافات زیادہ ہو چکے تھے، کلکتے کے اجلاس میں ایک صوبہ کے کارکنوں نے پستول نکال لیے۔ ڈاکٹر انصاری مرحوم نے فوراً درمیان میں آ کر پستولوں کا چلنا بند کرایا اور حالات پر قابو پالیا۔ لیکن اس ماحول میں اب کام کرنا بے کار ہی نہیں بلکہ خطرناک ہو گیا۔

کانگرس نے ۱۹۲۸ء میں کلکتے میں ڈومینین اسٹیٹس یا برطانوی اقتدار کے اندر حکومتِ خود اختیاری کا مطالبہ کیا اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ اگر ایک سال کے اندر ایسا نظام تیار نہ کیا گیا تو اگلے سال مکمل آزادی کے مطالبے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ ۱۹۳۰ء میں ہم نے انجام کار مجلسِ خلافت سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کیا اور مجلسِ احرار اسلام کی بنیاد رکھی[۱]۔

ہم ۱۹۲۹ء میں مجلس خلافت سے منسلک ہوئے لیکن طریقِ کار کی بابت سوچتے رہے۔

مجلس احرار اسلام میں پنجاب کی مجلسِ خلافت کا ایک حصہ شامل نہ ہوا۔ اس حصے میں مولانا عبدالقادر قصوری، ڈاکٹر محمد عالم اور دیگر حضرات شامل تھے۔ مولانا ظفر علی خاں پہلی میٹنگ (۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء) میں ہمارے ساتھ شامل ہوئے لیکن بعد میں ڈاکٹر محمد عالم انھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ ڈاکٹر محمد عالم خلافت سے کٹ کر کانگرس سے زیادہ قریب رہنے کے خواہاں تھے لیکن ہم کانگرس سے قریب رہتے ہوئے مسلمانوں کے احساسات اور ان کے تحفظ سے عہدہ برآ ہونا چاہتے تھے۔

مجلس اور اسلام کا مشکل ترین راستہ:

اس مرحلے پر یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے جن میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری،

[۱] یعنی باضابطہ تشکیل، ورنہ ابتدائی خاکہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو تیار کیا جا چکا تھا۔ (ابوذر)

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین اور دیگر حضرات شامل تھے۔ اپنے لیے مشکل ترین راستہ اختیار کیا۔ اس راستے کے دونوں طرف دو بہتر اور زیادہ آسان گزر راستے تھے۔ ایک طرف تو انگریزی حکومت سے تعاون کا راستہ تھا جس پر مسلمان زمینداروں، انگریزی خوانوں اور علماء وصوفیاء وغیرہ کی ایک کثیر جماعت تھی۔ اس راستے پر چلتے ہوئے دنیوی اقتدار، رزقِ وافر اور نام ونمود کی راہیں کھلتی تھی۔

دوسری طرف کانگرس جماعت تھی جس پر ہندو سرمایہ داروں کا اثر تھا اور انگریزوں کے بعد دوسرے درجے پر حصولِ ملازمت میں امداد دے سکتی تھی۔

احرار کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جہاں انگریزی اقتدار کا سامنا ہو تو وہاں کانگرس اور ہر اُس جماعت سے تعاون کرلو جو اس اقتدار سے ٹکرا رہی ہو۔

چنانچہ ۱۹۳۰ء میں جب کانگرس نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کی اور پنڈت مالویہ کو صدر نامزد کیا گیا تو انھوں نے چودھری افضل حق کو کانگرس مجلس عمل کا رکن نامزد کیا۔ چودھری صاحب نے مجھ سے مشورہ کیا اور رائے یہی قرار پائی کے مشکل کے وقت ساتھ دینا ہی چاہیے۔ چودھری صاحب دلّی گئے اور جاتے ہی قید ہوگئے۔ وٹھل بھائی پٹیل اور دیگر دوستوں کے ساتھ دلّی جیل میں رہے۔

۱۹۳۱ء میں تحریک کشمیر شروع ہوئی جس میں مجھے بطور ڈکٹیٹر کام کرنا پڑا اور سب احرار لیڈر جیلوں میں گئے۔

۱۹۳۴ء میں مجلس احرار اسلام کی ہر دلعزیزی سے خائف ہوکر حکومت نے ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کا جھگڑا کھڑا کیا اور احرار کارکنوں کو فنا کرنے اور جماعت کو بدنام کرنے کی تدبیر کی۔ لیکن مجلس احرار اسلام نے اپنی بساط کے مطابق درست بات اپنی قوم سے کہہ کر اس کی ناراضی مول لے لی۔ لیکن تحریکِ آزادی کو نقصان پہنچانا پسند نہ کیا۔

۱۹۳۷ء سے لے کر ۱۹۳۹ء تک احرار نے مسئلہ فلسطین اور دیگر مسائل کی طرف توجہ دی۔ ۱۹۳۶ء میں ایک وفد حجاز میں بھیجا جس کے رکن مولانا ظہور احمد بگوی، (امیر انجمن حزب الانصار بھیرا ضلع سرگودھا)، مولانا داؤد غزنوی اور راقم الحروف تھے۔

ہم نے شاہ عبدالعزیز ابن سعود سے ملاقات کی اور عرب کے مسائل پر تبادلۂ خیال کیا۔ جس سے حالات کا بہترین نقشہ فریقین کے ذہن میں آگیا۔ باتیں کچھ ایسی تھیں جن کا ڈھنڈورا پیٹنا درست نہ تھا۔ بیس برس کے بعد ہمیں بدلتی ہوئی دنیا نے اپنی کوششوں کا تھوڑا بہت ثمرہ دکھایا ہے۔

آنے والی جنگ کو قریب سمجھ کر ہم نے ۱۹۳۸ء میں خوب پروپیگنڈا کیا کہ انگریزی حکومت کی امداد نہیں کرنی چاہیے۔ ۱۹۳۹ء میں بھی یہی مہم جاری رہی۔ مجھ پر ۱۹۳۹ء میں ایک مقدمہ راولپنڈی کی تقریر کی بنا پر چلایا گیا۔ تقریر میں اضافہ کیا گیا تھا۔ لیکن مقدمہ چلانے کا مقصد یہ تھا کہ فوجی بھرتی کو نقصان نہ پہنچے۔ چودھری افضل حق کو قید کرنے کے لیے سر سکندر

حیات نے جنگ شروع ہو جانے پر امرتسر کی انتخابی مہم میں جس کے چودھری صاحب امیدوار تھے، ایک تقریر کی جس میں فوجی بھرتی کے فوائد بیان کیے اور چیلنج کیا کہ کوئی اس کا جواب دے۔ چودھری صاحب نے خود جواب دے کر قید ہونا پسند کیا اور ووٹنگ ختم ہوتے ہی دفتر احرار سے گرفتار کر لیے گئے۔

احرار کی ہمت کو یہ گرفتاریاں توڑ نہ سکیں۔ مجلسِ عاملہ احرار نے جنگ شروع ہونے کے ایک ہفتے کے اندر امرتسر میں جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ جنگی امداد کے خلاف قوم کو پکارا جائے۔ چنانچہ شیخ حسام الدین صاحب پہلے ڈکٹیٹر مقرر ہوئے اور انھوں نے امرتسر اور لاہور اور دیگر مقامات پر کئی تقریریں کیں۔ آخر اُنھیں پانچ سال قید کی گئی۔ آغا شورش کاشمیری چھے سال کے لیے جیل بھیج دیے گئے اور سینکڑوں نہیں ہزاروں آدمی ہر حصۂ ملک میں جنگی امداد کی مخالفت کرتے ہوئے قید ہوئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو دھرم سالہ جیل میں نظر بند رکھا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑائی جیتنے کے باوجود انگریزی حکومت کو بلا تاخیر ہندوستان چھوڑنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔

تقسیم ملک کے جھگڑے نے دماغوں کو پریشان کیا۔ ہندو، مسلمان اور سکھ اپنی طبیعتوں کو قابو میں نہ رکھ سکے اور انگریز کی طرح مستقبل سنوارنے کی بجائے اپنے عارضی غیظ وغضب کے غلام بن گئے اور اپنے ہاتھوں وہ کچھ کیا جس پر کسی کو شرم کا سر جھکائے بغیر چارہ نہیں۔

تقسیم ملک کی ستم کاریوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے احرار کے دل ودماغ کو بھی تقسیم کر دیا اور اب چودہ سال کے بعد بھی یہ خطرہ ہے کہ اس پریشانی دل کو جمعیتِ خاطر میں بدلنے کا سامان ہو سکے گا یا نہیں۔

اللہ ہمیں تقسیم شدہ ملک کے حالات بہتر بنانے اور پاکستان کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ (آمین)

(مطبوعہ: روزنامہ ''آزاد'' لاہور، ۲۷ر ستمبر ۱۹۵۸ء)

تحریک شتم رسول اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرزا غلام نبی جانباز مرحوم

غلامی کا ہر سال جد وجہد ''آزادی'' کے لیے مصائب وآلام کے کوہِ گراں لے کر آیا۔ ان دنوں ہر صبح کا طلوع ہونے والا آفتاب اپنی کرنوں میں محبان وطن کے لیے ایسے فیصلے لے کر طلوع ہوتا کہ جن میں دار ورسن کے فیصلے جلی طور پر رقم ہوتے۔

لیکن ۱۹۲۶ء کا سورج عجب انداز سے ابھرا کہ غیر ملکی استعمار اگر ایک طرف آتشیں اسلحہ سے لیس تھا تو دوسری طرف سیاسی بساط کے مہرے اس رخ پر چلائے کہ ان کی ہر چال شہ مات دیتی ہوئی چلی گئی۔

سائمن کمیشن میں ہندوستان کی عدم شمولیت، لارڈ برکن ہیڈ کا چیلنج اور ہندوستانی رہنماؤں کے فیصلے ہنوز متصادم تھے کہ آریہ سماج اور مرزائیوں کی چپقلش نے ہندوستان میں تحریک شاتم رسول ﷺ کو جنم دیا۔

۱۸۷۵ء میں پنڈت دیانند کی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' پہلی بار بنارس میں شائع ہوئی۔ قادیانی مذہب کے بانی مرزا غلام احمد نے ''ستیارتھ پرکاش'' کے شائع ہوتے ہی کتاب ہذا کے مصنف اور دوسرے رہنماؤں کو چیلنج کیا کہ ''جو کتاب میں (مرزا غلام احمد قادیانی) مستقبل قریب میں لکھنے والا ہوں، اگر ہندو اور سوامی دیانند مجھے اس کا جواب دیں تو میں انہیں دس ہزار روپے انعام دوں گا''۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کا سلسلہ شائع ہونا شروع ہوا۔ جس میں ہندو دھرم، وید، آریہ سماج، پنڈت دیانند پر اعتراضات والزامات تراشے گئے۔

اکتوبر ۱۸۸۳ء میں پنڈت دیانند کی موت واقع ہوئی اور ۱۸۸۴ء میں ''براہینِ احمدیہ'' کی چوتھی جلد شائع ہوئی۔ اس میں پنڈت دیانند کی موت پر اس کے خلاف زورِ قلم کا مظاہرہ دیکھا گیا۔ آخر اسی سال ستیارتھ پرکاش کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا تو اضافی طور پر جن دو ابواب کو شامل اشاعت کیا، ان میں داعئ اسلام حضور خاتم الانبیا ﷺ کی ذات گرامی پر براہِ راست حملے کیے گئے تھے، جنہیں مسلمان برداشت نہ کر سکا اور کتاب ہذا کے خلاف ہندوستان بھر میں احتجاجی مظاہرے اور جلسے ہوئے، نیز حکومت سے اس کتاب کی ضبطی کا مطالبہ کیا گیا۔

انہی دنوں قاسم علی (مرزائی) کی کتاب ''انیسویں صدی کا مہارشی دیانند'' شائع ہوئی۔ جس میں پنڈت دیانند کو ہدفِ تنقید بنایا گیا تھا۔ اس کتاب کے بازار میں آتے ہی ہندو مسلمان پھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ کھڑے

ہوئے۔قاسم علی (مرزائی) کے جواب میں آریہ سماجی لیڈر پنڈت چمپاوتی ایم،اے (پروفیسر ڈی،اے،وی کالج لاہور) نے (نعوذ باللہ) ''رنگیلا رسول'' ایسی رسوائے عالم کتاب لکھی۔

یہ سارا تماشا ان دنوں ہوا۔ جب لارڈ برکن ہیڈ وزیر ہند کا چیلنج قبول کرتے ہوئے رہنمایانِ ہند نے سائمن کمیشن کے بائیکاٹ نیز باہم مل کر بیٹھنے کی تجویزیں پاس کی تھیں۔

ان واقعات کے یہاں پہنچنے تک ۱۹۲۷ء کا سال اپنے سفر کی ایک تہائی منزل طے کر چکا تھا۔لیکن آریہ سماجی اور مرزائیوں کی باہم تلخ نوائی نیز ان کی تحریری جنگ نے ہندوستان کے سنبھلتے ہوئے حالات کو از سرِ نو پلٹا دیا۔ گو شدھی و سنگھٹن کی بادِ سموم کے باعث صحن چمن کی ہر روش اپنی نگاہوں کے ڈورے سرخ کیے بیٹھی تھی۔ تاہم احساس ہو رہا تھا کہ شبنم کے آنسو اور بادِ صبح گاہی کے معانقے سے فضاؤں میں انقلاب رونما ہو گا اور صیاد کے ظلم وجور کی بجلیوں سے جلتے ہوئے آشیانوں کو پھر سے تنکے جمع کرنے کا موقع ملے گا، مگر بکھرے ہوئے زہر نے دریا کے ہر قطرے کو مسموم کر دیا۔

اس مسموم فضا میں امرتسر کے ایک ہندی رسالہ ''ورت مان'' نے بھی خاتم الانبیاء علیہ السلام کی ذاتِ گرامی پر کیچڑ اچھالا۔ جسے رائج الوقت قانون نے چھ ماہ کی سزا دی، لیکن کتاب ''رنگیلا رسول'' (نعوذ باللہ) نے حالات کو بد سے بدتر کر دیا۔ علمائے دین کی توجہ جب کتابِ ہذا کی طرف ہوئی تو جمعیت علماء ہند نے شاتم رسول کو واجب القتل قرار دیا۔ اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی عبدالعزیز نامی شخص نے کتاب ہذا کے ناشر مہاشہ راجپال پر، جس نے کہ مصنف کی ذمہ داری بھی قبول کر لی تھی، لاہور میں قاتلانہ حملہ کیا، جس سے راج پال زخمی ہوا اور حملہ آور کو چودہ سال کی سزا ہوئی۔

اس کے بعد خدا بخش نامی (المعروف اکو جیا) نے حملہ کیا، مگر یہ وار بھی جان لیوا ثابت نہ ہوا۔ خدا بخش کو چھے سال کے لیے جیل بھیج دیا گیا۔

ہندوستان کے مسلمانوں نے حکومت ہند سے مطالبہ کیا کہ راج پال کو گرفتار کر کے اس پر مقدمہ چلایا جائے۔ آخر مسلسل قاتلانہ حملوں اور مسلمانوں کے اضطراب کے ردعمل پر حکومت نے مہاشہ راج پال کو گرفتار کر لیا۔ عدالت نے تین سال قید اور جرمانے کی سزا دی لیکن سیشن جج نے جرمانہ معاف کر دیا اور سزا بحال رکھی۔ ہائی کورٹ میں اپیل پر جسٹس کنور دلیپ سنگھ (عیسائی) نے راج پال کو بری کر دیا۔ اس فیصلہ پر لاہور کے انگریزی روزنامہ ''مسلم آؤٹ لک'' نے تبصرہ کیا تو اسے توہین عدالت پر سزا ہوئی۔ جسٹس کنور دلیپ سنگھ کے اس رویہ پر عوام کا احتجاج اس قدر عام ہوا کہ حکومت کو عدالت عالیہ کی پوزیشن محفوظ کرنا مشکل ہو گئی۔

۴اور۵/جولائی ۱۹۲۷ء کی درمیانی رات کو مسلمانان لاہور کی طرف سے دہلی دروازہ کے باغ میں ایک جلسے کا

اعلان کیا گیا، جس میں شاہ جی، مولانا احمد سعید، مولانا مفتی کفایت اللہ، چودھری افضل حق، خواجہ عبدالرحمٰن غازی نے تقریریں کرنی تھیں۔ لیکن اسی روز لاہور کے ڈپٹی کمشنر مسٹر اوگلوی نے دفعہ ۱۴۴ لگا کر جلسے کو ممنوع قرار دے دیا۔ مگر شاہ جی کی تجویز پر جلسہ میاں عبدالرحیم کے احاطہ میں منعقد کیا گیا۔ (یہ احاطہ موجودہ مزار حضرت شاہ محمد غوثؒ بیرون دہلی دروازہ کے بالمقابل واقع ہے۔) اس وسیع احاطہ میں ہزاروں لوگ جمع ہوگئے اور جلسے کی صدارت چودھری افضل حق نے کی۔ فوج اور پولیس کے علاوہ مسٹر اوگلوی ذاتی طور پر بھی احاطہ کے باہر موجود تھے اور اندر آ کر اعلان کیا کہ:

''دفعہ ۱۴۴ کے باعث یہ مجمع خلافِ قانون ہے۔ آپ لوگ پانچ منٹ کے اندر یہاں سے چلے جائیں، ورنہ مجھے گولی چلانے کا حکم دینا پڑے گا''۔

ڈپٹی کمشنر کے اس اعلان پر خواجہ عبدالرحمٰن غازی نے ڈپٹی کمشنر کو انگریزی میں کہا:

''ہم اس قانون کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہیں، جو قانون ہمیں ناموس پیغمبر کی حفاظت کی ضمانت نہیں دیتا۔ تم جو چاہو کرو، ہم یہ جلسہ کریں گے۔''

اس کے بعد شاہ جی نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

''آج ہم سب فخرِ رسل ﷺ کی ناموس کو برقرار رکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ بنی نوع انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ آج اس جلیل القدر ہستی کا ناموس معرضِ خطر میں ہے۔ جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔

آج مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب کے دروازے پر ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہما آئیں اور فرمایا کہ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں؟

ارے دیکھو تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تو کھڑی نہیں''؟

یہ سن کر حاضرین میں کہرام مچ گیا اور مسلمان دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ شاہ جی نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

''تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو، لیکن کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج سبز گنبد میں رسول اللہ ﷺ تڑپ رہے ہیں اور خدیجۃ الکبریٰؓ اور عائشہ صدیقہؓ پریشان ہیں۔ بتاؤ! تمہارے دلوں میں امہات المومنینؓ کی کیا وقعت ہے؟ آج ام المومنین عائشہ تم سے اپنے حق

کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ وہی جنہیں رسول اللہ ''حمیرا'' کہہ کر پکارتے تھے۔ جنہوں نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحلت کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔

اگر تم خدیجہؓ اور عائشہؓ کی ناموس کی خاطر جانیں دے دو تو کچھ کم فخر کی بات نہیں۔ یاد رکھو! یہ موت آئے گی، تو پیام حیات لے کر آئے گی''۔

(روزنامہ زمیندار ۷رجولائی ۱۹۲۷)

یہ تقریر اس قدر مؤثر اور جذباتی تھی کہ تمام مجمع میں حشر بپا تھا۔ شاہ صاحب کی تحریک پر لوگوں کے جتھے باغ میں جلسہ گاہ جاتے اور گرفتار ہو جاتے۔ ان پر لاٹھی چارج بھی کیا جاتا۔ یہ سلسلہ تھوڑی دیر جاری رہا۔ بعد ازاں شاہ جی نے عوام کو اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی اپیل کی اور کہا:

''ہمارا مؤقف قتل و غارت گری نہیں۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ برطانوی حکومت تعزیرات ہند میں ایک ایسی دفعہ کا اضافہ کرے جس کی رُو سے بانیانِ مذہب کے خلاف تقریر و تحریر کی پابندی ہو اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم قرار پائے''۔

اس قرارداد کے بعد جلسہ برخاست کر دیا گیا لیکن عوام کو پر امن طور پر احاطہ سے باہر نکالنے کے لیے شاہ جی خود دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ ان کے سامنے مسٹر اوگلوی کھڑا تھا۔ شاہ جی اپنے مخصوص انداز میں لوگوں کو پر امن رہنے کی تلقین کر رہے تھے اور ساتھ ہی مسٹر اوگلوی سے پنجابی میں کہا:

''اوگلوی! او کھے گھر نیوندرہ پایا ای''! (اوگلوی! تم نے مشکل گھرانے سے ٹکر لی ہے'')

(از حیات امیر شریعت، صفحہ ۱۰۰ تا ۱۰۵)

تحریکِ آزادیٔ ہند کے ایک مجاہد راہنما...... ماسٹر تاج الدین انصاریؒ

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر

۱۹۴۷ء برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا بہت پُر آشوب زمانہ تھا۔ اس برس برصغیر میں بہت اہم واقعات رونما ہوئے۔ ان واقعات نے پنجاب کے مسلمانوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ یہی وہ برس ہے جس کی تاریخ ۱۴؍اگست کو ہندوستان انگریز شہنشاہیت سے آزاد ہوا۔ سلطنتِ انگلشیہ کو ہندوستان چھوڑ کر واپس اپنے علاقے برطانیہ جانا پڑا۔ جہاں ہندوستان کے باسیوں کو آزادی ملی وہاں مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت پاکستان کے نام سے معرضِ وجود میں آئی۔

مجلس احرار کے ایک نامور راہنما مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی قیامِ پاکستان کے کچھ عرصہ بعد لائل پور (فیصل آباد) تشریف لائے تھے۔ میں ان کے نام سے شناسا تھا۔ زیارت کی تمنا تھی جوان کی لائل پور تشریف آوری سے پوری ہوئی۔ شہر میں اعلان ہوا، قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی تقریر شہر کی جامع مسجد کلاں کچہری بازار میں ہوگی۔ لوگ کشاں کشاں جامع مسجد پہنچے، مجمع خاصا تھا۔ قاضی صاحب نے بڑی دل نشین تقریر فرمائی۔ تقریر کا ایک جملہ میرے ذہن میں سما گیا جو آج ستر برس بعد بھی کانوں میں گونجنے لگتا ہے اور لذت دے جاتا ہے۔ آپ نے انگریزوں کے ہندوستان میں تسلط اور پھر ہندوستان سے الوداع کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا۔ فرمانے لگے:

''لائل پور کے باسیو! انگریز کہتا تھا کہ میری حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا اور میری مرضی کے بغیر ہندستان میں کسی درخت کا پتہ تک نہیں ہلتا۔ لائل پور کے باسیو! انگریز کا پتہ ڈھونڈتا ہوں، مجھے انگریز کا پتہ نہیں ملتا''۔

ماسٹر تاج الدین انصاری برصغیر پاک و ہند کے بڑے سیاسی راہنما تھے۔ انھوں نے برصغیر پاک و ہند کو انگریز سامراج سے آزادی دلانے میں بڑا ابھرپور کردار ادا کیا۔ ان کا خاندان کئی پشتوں سے پنجاب کے مشہور شہر لدھیانہ میں آباد تھا۔

لدھیانہ شہر کے لوگوں میں سیاسی شعور بہت زیادہ تھا جس کا اعتراف پورے برصغیر کے لوگوں کو تھا اور آج بھی ہے، جس کا ثبوت تحریکِ آزادیٔ ہند کا مؤرخ فراہم کرتا ہے۔ لدھیانہ شہر میں چوٹی کے سیاسی لیڈر پیدا ہوئے، جن میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفتی محمد نعیم لدھیانوی، ایم حمزہ (ایم این اے) جیسے سیاسی میدان کے شہسوار شامل ہیں۔ اس فہرست میں ماسٹر تاج الدین انصاری کا نام بھی چوٹی کے لیڈروں میں ہوتا ہے۔

ماسٹر تاج الدین انصاری کی پیدائش ۱۸۹۰ء میں لدھیانہ شہر میں ہوئی۔ لدھیانہ متحدہ پنجاب کا مشہور شہر تھا، جہاں پورے ہندوستان کی طرح مسلمان، ہندو، سکھ اور عیسائی اکٹھے رہتے تھے۔ تقسیم کے وقت جب شہروں اور علاقوں کا بٹوارہ ہوا تو لدھیانہ مسلم اکثریت شہر ہونے کے باوجود ہندوستان کا حصہ بنا دیا گیا اور مسلمانوں کو وہاں سے بے دخل ہونا

پڑا۔لدھیانہ کے سارے لوگ پاکستان کی طرح ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

ماسٹر تاج الدین انصاری اگرچہ سیاسی آدمی تھے تاہم ان کا ہوزری کا کارخانہ تھا۔ان کے کارخانے میں تیار شدہ مال پورے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر علاقوں میں بھی ایکسپورٹ ہوتا تھا۔۱۹۱۹ء میں امرتسر میں ایک اندوہناک واقعہ پیش آیا جس نے ماسٹر تاج الدین انصاری کا رخ عملی سیاست کی طرف پھیر دیا۔انھوں نے اپنے وسیع کاروبار کو خیر باد کہا اور کوچۂ سیاست میں قدم رکھا تاکہ برصغیر پاک و ہند کی آزادی کے لیے خدمات سرانجام دے سکیں۔

امرتسر کا ایک مشہور شہر باغ جلیانوالہ کے نام سے مشہور ہے، اس باغ میں جلسہ ہو رہا تھا۔جلسہ کے سامعین میں ہندو، مسلم اور سکھ سب شریک تھے۔ایک انگریز جرنیل ڈائر کے حکم سے وہاں پولیس نے گولی چلا دی، جس کے نتیجہ میں سیکڑوں سامعین مارے گئے۔بس اس واقعے نے ماسٹر تاج الدین کی زندگی کا رخ پھیر دیا اور انھوں نے اپنی بقیہ عمر انگریز سامراج کو ہندوستان سے نکالنے اور ہندوستان کے رہنے والوں کو آزادی دلانے کے لیے وقف کر دی اور اپنے آخری سانس تک انگریزوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔وہ پہلے انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہوئے، پھر مسلمانوں کی انتہائی مستعد جماعت مجلس احرارِ اسلام کے رکن بن گئے۔اس جماعت کے سربراہ چودھری افضل حق تھے، جو آزادی کے متوالے اور اچھے لکھاری تھے۔

ماسٹر تاج الدین کا ہوزری کا کاروبار بہت وسیع تھا لیکن انگریز دشمنی اور آزادی کے حصول کی جدوجہد میں کاروبار ماند پڑ گیا لیکن انھوں نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔وہ انگریز دشمنی کے بدلے میں کئی مرتبہ جیل گئے۔جب رہائی ملتی پھر کسی تقریر کی وجہ سے دھر لیے جاتے اور جیل کی ہوا کھانی پڑتی۔ان کو اللہ نے چاند سا بیٹا عطا کیا، جب بیٹے کی ولادت ہوئی تو اس وقت بھی ماسٹر صاحب جیل ہی میں تھے، بیٹے کی ولادت کی خوشخبری ان کو جیل ہی میں ملی۔ماسٹر تاج الدین انصاری اپنے ملک سے بہت محبت کرتے تھے۔انگریز دشمنی ان کے رگ و پے میں رچی بسی تھی۔انگریز حکومت کو ملک سے بے دخل کرنا ہی ان کی زندگی کا مشن تھا۔

ماسٹر تاج الدین انصاری نے لدھیانہ کے مہاجر کیمپ سے ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں کی پاکستان کی طرف ہجرت کو ممکن بنایا۔آپ مہاجر کیمپ کے انچارج تھے۔مہاجر مسلمانوں کی خدمت کا کام آپ نے جذبۂ خدمت کے طور پر سرانجام دیا تھا۔اس کے لیے باقاعدہ کوئی حکم نامہ جاری نہیں ہوا تھا۔آپ آخر وقت تک کیمپ میں موجود رہے تاآنکہ آخری مسلمان خاندان بھی وہاں سے روانہ ہو کر سرزمین پاکستان پہنچ گیا۔جب اتھل پتھل زیادہ ہوئی تو مسلمانوں پر سکھوں کے حملے بھی بڑھ گئے اور بہت سے مسلمان بھی شہید ہو گئے۔ان تمام کے کفن دفن کا فریضہ بھی ماسٹر تاج الدین انصاری اور ان کے ساتھ کام کرنے والے رضاکاروں نے سرانجام دیا۔ماسٹر تاج الدین انصاری حساس دل رکھتے تھے، اس لیے انھوں نے مسلمانوں کی حفاظت کے لیے نہایت تن دہی سے کام کیا۔مسلمانوں کی ہجرت، سکھوں اور ہندوؤں کے حملے کے تمام واقعات آپ کے سامنے رونما ہو رہے تھے، اس کے لیے انھوں اپنے چشم دید واقعات کو سپرد قلم بھی کیا، اس کے لیے وہ روزانہ

ڈائری لکھتے تھے اور واقعات کو کتابی شکل میں جمع کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی اس کتاب کو ''سرخ لکیر'' کا عنوان دیا جو بعد میں چھپ کر منظر عام پر بھی آئی۔ ان واقعات کو دیکھ کر، پڑھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ مذکورہ کتاب سرخ لکیر بعد میں ناپید ہوگئی۔ ان کے بیٹے نذیر اصغر کے پاس اس کے کچھ اوراق موجود تھے۔ اب شاید وہ بھی طاق نسیاں ہو گئے ہیں۔

ماسٹر تاج الدین انصاری مسلمانوں کے معروف لیڈر تھے، اس لیے ہندو سکھ ان کے دشمن تھے۔ اس دشمنی میں سکھ پیش پیش تھے، اسی دشمنی کے پیش نظر ہندوؤں نے یہ اعلان بھی کیا تھا کہ جو شخص ماسٹر تاج الدین کا سر لے کر آئے گا اس کو پانچ ہزار روپے بطور انعام دیے جائیں گے۔ اس زمانے میں پانچ ہزار بڑی خطیر رقم تھی، اللہ تعالیٰ نے ماسٹر تاج الدین صاحب کی حفاظت کی اور وہ محفوظ رہے۔ اگرچہ ان پر ہندوؤں نے حملہ بھی کیا لیکن اللہ نے ان کو امان میں رکھا۔ اسی دوران ایک روز لدھیانہ شہر میں لاؤڈ اسپیکر پر یہ انتہائی پریشان کن اعلان ہوا جس کے الفاظ تھے: ''مسلمانوں کے لیے مہاجر کیمپ بن گیا ہے، سب مسلمان مہاجر کیمپ تشریف لے جائیں تاکہ لدھیانہ چھوڑ کر پاکستان جا سکیں۔ اس کام کے لیے ان کو پندرہ منٹ کی مہلت دی جاتی ہے، وہ لدھیانہ خالی کریں ورنہ ان کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری انتظامیہ پر نہ ہوگی''۔

اس اعلان کے ساتھ ہی سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے۔ راستہ چلتے اِکا دُکا مسلمان کو دیکھ کر سکھ ہندو حملے کرتے اور پیٹ میں چھرا گھونپ دیتے تھے۔ ایسے عالم میں جب مسلمانوں کا لدھیانہ میں رہنا دوبھر ہو گیا تو ماسٹر تاج الدین انصاری مسلمانوں کے لیے ڈھال بن کر کھڑے ہوئے، لیکن جب ہندو مسلم کشیدگی بہت زیادہ بڑھ گئی اور لدھیانہ میں مسلمانوں کا رہنا ناممکن ہوگیا تو ماسٹر تاج الدین انصاری مسلمان مہاجر کیمپ میں مسلمانوں کی حفاظت کے لیے سر توڑ کوشش کرنے لگے۔ جب آخری مسلمان مہاجر کیمپ سے نکل گیا تب سب سے آخر میں ماسٹر صاحب نے بادل ناخواستہ لدھیانہ کو خیر آباد کہا اور پاکستان چلے آئے۔ انھوں نے خود تو لاہور میں قیام کیا لیکن ان کے اہل خانہ نے سیالکوٹ میں سکونت اختیار کی۔ ماسٹر صاحب کا جواب بیٹا ہجرت کی اتھل پتھل کو برداشت نہ کر سکا اور ۳۸ برس کی عمر میں دل کا دورہ پڑنے سے ماسٹر صاحب کی زندگی ہی میں فوت ہوگیا۔ یہ صدمہ ماسٹر تاج الدین صاحب کے لیے پیغامِ اجل ثابت ہوا، بیٹے کی وفات کے بعد ماسٹر تاج الدین کی صحت کو گھن لگ گیا اور وہ کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے۔

سر گنگا رام ہسپتال میں ان کا علاج ہوتا رہا۔ بالآخر آزادی کا یہ متوالا یکم مئی ۱۹۷۰ء کو اللہ کے حضور حاضر ہو گیا۔ ان کی نماز جنازہ لاہور میں ادا کی گئی۔ آج ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم جیسے کتنے ہی عظیم انسان زمین کی تہہ میں آسودہ ہیں۔ جنھوں نے اپنی زندگیاں آزادی پر قربان کر دیں اور لوگوں نے بھی ان کو اپنے ذہنوں سے بھلا دیا۔ ضرورت ہے کہ ایسے لوگوں کے تذکروں کو زندہ رکھا جائے اور نژادِ نو ان کے کارناموں سے اپنی زندگی کے لیے روشنی حاصل کرتی رہے۔

اس مضمون کے لیے بیشتر مواد محمد اسلم صاحب کی اہم کتاب ''۱۹۴۷ء میں لدھیانہ کے مسلمانوں پر کیا گزری'' سے حاصل کیا گیا۔ یہ کتاب تقریباً دو ہزار صفحات پر محیط ہے جس سے بڑی مفید اور اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

(مطبوعہ: ''ہفت روزہ ختم نبوت'' ۱۶ تا ۲۲ / جولائی، ۲۰۱۸ء)

مفکرِ احرار، چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

افضل حق قرشی

چودھری افضل حق (1942-1891) ایک جامع الحیثیات انسان تھے۔ آپ ایک ادیب، مفکر اور سیاستدان تھے۔ اسلامیہ ہائی سکول امرتسر سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے 1910ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ 1912ء میں ایف۔ اے کا امتحان دیا پر کامیاب نہ ہو سکے۔ 1913ء میں دیال سنگھ کالج لاہور میں داخلہ لیا لیکن خرابیٔ صحت اور بھائی کی وفات کے باعث تعلیم ترک کرنا پڑی۔ 1917ء میں بطور انسپکٹر پولیس میں بھرتی ہوئے۔

1921ء میں تحریکِ خلافت کے ایک جلسے میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر سن کر مستعفی ہو کر کارکنانِ قومی کی صف میں شامل ہو گئے۔ پہلی بار تحریکِ ترکِ موالات کے سلسلے میں 14رفروری 1922ء کو گرفتار ہوئے اور چھے ماہ کی سزا پائی۔ آپ نے جیل میں جن روح فرسا مظالم کا مشاہدہ کیا تھا ان سے متاثر ہو کر ''دنیا میں دوزخ'' کے عنوان سے کتاب تصنیف کی۔ اسی دوران ''معشوقۂ پنجاب'' کے نام سے وارث شاہ اور ہیر رانجھا کے حالات تحریر کیے۔ 1922ء میں جب شدھی تحریک عالم شباب پر تھی تو آپ نے اس کے خلاف بڑی سرگرمی کا اظہار کیا اور اس موضوع پر ''فتنۂ ارتداد اور پولیٹکل قلابازیاں'' کے عنوان سے ایک کتاب بھی لکھی۔ 1924ء میں پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے اور بارہ برس تک ملکی، ملّی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے کونسل کے رکن کی حیثیت سے بے حد مفید کام کیا۔ اس کے اجلاسوں میں جتنے سوالات آپ نے کیے وہ سب ارکان کی طرف سے کیے گئے سوالات سے زیادہ تھے۔ مقدار ہی کا معاملہ نہیں بلکہ خاصیت کے نقطہ نظر سے بھی یہ سوالات بہت اہم تھے۔ آج جیل خانوں میں جو اصلاحات نظر آتی ہیں وہ آپ ہی کی کوششوں کی رہینِ منت ہے۔ 29ردسمبر 1929ء کو مجلسِ احرار کی بنیاد رکھی۔ کانگرس کی تحریکِ سول نافرمانی کے سلسلے میں 1930ء میں دوسری بار گرفتار ہوئے اور تقریباً نو ماہ سزایاب ہوئے۔ آپ کو گورکھپور جیل میں رکھا گیا۔ اسی جیل میں آپ نے ''زندگی'' تصنیف کی۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر آل احمد سرور نے تحریر کیا:

> ''زندگی کو محض ناول یا افسانہ کہنا صاحب زندگی کے ساتھ ظلم ہوگا۔ یہ ایک نگارخانہ ہے۔ جس میں دنیا کی مختلف تصویریں اور ان تصویروں کے مختلف نقوش بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کتاب کا ڈھانچہ علامتی ہے اور ازمنۂ وسطیٰ کی ان کتابوں کی یاد دلاتا ہے جن کی بنیاد ایک خواب، عالم بالا کی سیر اور اس خواب کی تعبیر پر رکھی جاتی تھی۔ دوسرے الفاظ میں یہ بھی توبۃ النصوح قسم کی کتاب ہے۔
>
> زندگی کے سٹیج پر جو افراد چلتے پھرتے نظر آتے ہیں ان کی سیرت کی نقل اتارنے میں اور اس نقل کو

بمنزل اصل کے بنانے میں چودھری افضل حق اچھی طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ انھوں نے خدمتِ خلق کا نصب العین بھی اچھی طرح واضح کیا ہے''۔

پروفیسر حمید احمد خان نے اس خواہش کا اظہار کیا:

''اس کتاب کی متعدد خوبیوں اور اچھوتے پن پر نظر جاتی ہے تو یہ آرزو کرنے کو جی چاہتا ہے کہ کاش چودھری افضل حق صاحب ایک بار پھر اپنے آپ کو اسیری کے لیے پیش کریں تا کہ اس قسم کی کم از کم ایک اور تصنیف اہلِ ملک کے ہاتھوں میں ہو''۔

گاندھی ارون معاہدے کے نتیجے میں آپ 15 جنوری 1931ء کو دوسرے سیاسی قیدیوں کے ساتھ رہا ہوئے۔ 1931ء کے موسم گرما تک کشمیر میں ڈوگرہ راج کے مظالم انتہائی عروج پر پہنچ گئے۔ چنانچہ آپ نے کشمیری مسلمانوں کے حقوق کے لیے تحریکِ کشمیر کا آغاز کیا۔ مسلمان کی ایک کثیر تعداد نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ اسی تحریک کے سلسلہ میں آپ کو لاہور سے نکال کر آپ کے قصبہ گڑھ شنکر (ضلع ہوشیار پور) میں نظر بند کر دیا گیا۔ لیکن آپ نے تحریک کا کام وہاں بھی جاری رکھا۔ چنانچہ آپ کو تیسری بار گرفتار کر کے ایک برس کے لیے ملتان نیو سنٹرل جیل میں قید کر دیا گیا۔ اسی زمانے میں آپ نے شاعری شروع کی۔

آپ 1937ء کے انتخاب میں صرف 98 ووٹوں سے ہار گئے۔ اس زمانے میں ''جواہرات''، ''شعور'' اور ''آزادیٔ ہند'' تصنیف کیں۔ 1939ء میں دوسری جنگِ عظیم کے سلسلے میں فوجی بھرتی کے خلاف تحریک میں چوتھی بار گرفتار ہوئے اور ڈیڑھ برس کے لیے راولپنڈی جیل پہنچا دیے گئے۔ اسی جیل میں آپ نے ''محبوبِ خدا'' کی تکمیل کی اور اپنے بچوں کے نام لکھے ہوئے خطوط کا مجموعہ مرتب کیا جو آپ کی وفات کے بعد ''خطوطِ افضل حق'' کے نام سے شائع ہوا۔ یہیں ''پاکستان اور اچھوت'' کے عنوان سے ہندو مسلم مسئلہ پر انگریزی میں کتاب تحریر کی۔

نومبر 1940ء میں رہائی کے بعد مولانا بہاء الحق قاسمی کے ساتھ ایک تحریری مناظرہ ہوا۔ یہ تحریر ''اسلام میں امراء کا وجود نہیں'' کے عنوان سے شائع ہوئی۔ مجلس احرارِ اسلام کی تاریخ ''تاریخِ احرار'' کے عنوان سے لکھی۔ اسلامی عقائد واحکام کی حکمت پر ''دینِ اسلام'' لکھنا شروع کی اور زندگی کے آخری لمحات تک اس کی تحریر میں مشغول رہے۔ حتیٰ کہ وفات کے بعد آپ کے سرہانے سے اسی کا مکمل شدہ مسودہ اٹھایا گیا۔ یہ کتاب آپ کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے نعیم صدیقی نے تحریر کیا:

''اس کتاب کو خدا کے مقدس دین کا ''سراپا'' کہنا چاہیے۔ اس میں اسلام کے ایک ایک عضو پر نظر ڈالی گئی ہے اور بنیادی عبادات کے آئینے میں قرآن کی پوری تعلیمات کا خلاصہ پیش کر دیا گیا ہے۔ خصوصاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو ہماری حیات اجتماعیہ سے جو تعلق ہے، اسے جابجا واضح کیا گیا ہے''۔

''میرا افسانہ'' کے عنوان سے خودنوشت تحریر کی۔ یہ جہاں مصنف کے ذاتی احوال، طبعی رجحانات اور فکری میلانات کا حسین مرقع ہے وہیں یہ اپنے عہد کے سیاسی اور سماجی رویوں کی عکاس بھی ہے۔ آغا شورش کے بقول:

''میرا افسانہ'' میں چودھری صاحب نے نہ تو مولانا ابوالکلام کی طرح اپنی زندگی کو خرمن و برق کا معاملہ اور آتش وخس کا کہہ کر انشا پردازی کا معبد بنایا ہے اور نہ خواجہ حسن نظامی کی طرح ''آپ بیتی'' میں زبان کے چٹخاروں کی نمائش کی ہے۔ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام کا ذکر کر کے ''مدرسہ و ملازمت'' کی کہانی چند صفحوں میں ختم کر دی ہے اور پھر اپنے ذہنی میلان کی ابتدا کا افسانہ دہرا کر ملکی حالات کی کشاکش، قومی معاملات کی لہروں، جماعتِ احرار کی جدوجہد اور اپنے فکر وعمل کی تصریح کی ہے۔ جس سے ہمیں ہندوستانی سیاسیات کی تاریخ کے لیے بہتر مواد ملتا ہے۔ ''میرا افسانہ'' کے مطالعہ سے تحریکِ احرار کا دماغ سمجھ میں آجاتا ہے''۔

20 دسمبر 1941ء کو مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں آپ پر دمہ کا دورہ پڑا۔ اس کے بعد یرقان اور نمونیہ نے حملہ کیا۔ چنانچہ 8 جنوری 1942ء بروز جمعرات رات 9 بجکر 20 منٹ پر دفتر مجلسِ احرار بیرون دہلی دروازہ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ اگلے روز قبرستان میانی صاحب لٹن روڈ میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے پڑھائی۔ مولانا ظفر علی خان نے مندرجہ ذیل نظم میں آپ کو خراجِ تحسین پیش کیا:

رونق کا شانۂ ابرار افضل حق سے تھی
مستیٔ خمخانۂ احرار افضل حق سے تھی
اک کرشمہ تھا یہ اس کی ہمتِ مردانہ کا
لرزہ براندام اگر سرکار افضل حق سے تھی
ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے وادیٔ کشمیر کا
کامیاب احرار کی یلغار افضل حق سے تھی
ہے گواہ اس پر کتاب زندگی کی سطر سطر
شوخی و رنگینیٔ افکار افضل حق سے تھی
اس کی مرگِ ناگہاں گھر کو نہ لے بیٹھے کہیں
کیونکہ پشتیبانیٔ دیوار افضل حق سے تھی

☆......☆......☆

44 سال قبل 7۔ستمبر 1974ء کو قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیے جانے کے فوراً بعد قائد ایوان ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی تاریخی تقریر کا مکمل متن

انتخاب: شاہد حمید

وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر:

جناب اسپیکر!

میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلہ پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال کیا ہے، جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقۂ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے، یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلہ کی تحسین کی مستحق قرار پائے۔ اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلہ کی تعریف و تحسین کا حقدار بنے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے۔ نوّے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے لیکن آج کے دن تک اس مسئلہ کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جا سکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا۔ ایک بار نہیں، بلکہ کئی بار، ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلہ پر جس طرح قابو پایا گیا تھا۔ اسی طرح اب کی بار بھی ویسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے اس سے پہلے کیا کچھ کیا گیا، لیکن مجھے معلوم ہے کہ 1953ء میں کیا، کیا گیا تھا۔ 1953ء میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلہ کے حل کے لیے نہیں، بلکہ اس مسئلہ کو دبا دینے کے لیے تھا کسی مسئلہ کو دبا دینے سے اس کا حل نہیں نکلتا۔ اگر کچھ صاحبانِ عقل و فہم حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلہ کو حل کیا جائے، اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے، تو شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکل آتا، لیکن یہ مسئلہ کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ مسئلہ دب تو جاتا، اور پس منظر میں چلا جاتا، لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔

ہماری موجودہ مساعی کا مقصد یہ رہا ہے کہ اس مسئلہ کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں

کہ ہم نے صحیح اور درست حل تلاش کرنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی، یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے، غیر معمولی احساسات ابھرے، قانون اور امن کا مسئلہ بھی پیدا ہوا، جائیداد اور جانوں کا اتلاف ہوا، پریشانی کے لمحات بھی آئے، تمام قوم گذشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی اور اس کشمکش اور بیم ورجا کے عالم میں رہی، طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں، اور تقریریں کی گئیں، مسجدوں اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا۔ میں یہاں اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ 22 اور 29 مئی کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلہ کی وجوہات کے بارے میں بھی کچھ نہیں سننا چاہتا کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لیے اس وقت یہ مناسب نہیں کہ میں موجودہ معاملات کی تہہ تک جاؤں، لیکن میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی توجہ اس تقریر کی طرف دلاؤں جو میں نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے 13 جون کو کی تھی۔

اس تقریر میں، میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لیے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کرلیا جاتا، جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت، اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا اس لیے میری حکومت کے لیے یا ایک فرد کی حیثیت میں میرے لیے مناسب نہ تھا کہ اس پر 13 جون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلہ کے باعث مشتعل تھے۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی، ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کردیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کردیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی داد و تحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی، انھوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ یہ ایک انتہائی پیچیدہ اور بسیط مسئلہ ہے جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو نوّے سال سے پریشان کر رکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے بھی پریشانی کا باعث بنا ہے۔ میرے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور کوئی فیصلہ کردیتا۔ میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ میری ناچیز رائے میں مسئلہ کو حل کرنے کے لیے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے۔ اور اکثریتی پارٹی کے رہنما ہونے کی حیثیت میں مَیں قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلہ میں حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں، اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک مواقع پر انہیں بلا کر اپنی پارٹی کے مؤقف سے آگاہ کیا وہاں اس مسئلہ پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ سوائے ایک موقع کے جب کہ اس مسئلہ پر کھلی بحث ہوئی تھی۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو یہ بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلہ کے باعث اکثر میں پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلہ پر جو فیصلہ ہوا ہے، میں اس کے نتائج سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلہ کے سیاسی اور معاشی ردعمل اور اس کی پیچیدگیوں کا علم ہے۔ جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہوسکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا، پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لیے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلہ کو جمہوری طریقہ سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لیے اوّلین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے چنانچہ ہمارے لیے فقط یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلہ کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔ اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ ہم سوشلسٹ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے، اس فیصلہ میں ہم نے اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تین اصولوں پر مکمل طور سے پابند رہے ہیں۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ ترین اصول، سماجی انصاف کے خلاف نہیں اور سوشلزم کے ذریعہ معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے بستے ہیں، ہمارا آئین کسی مذہب وملت کے خلاف نہیں بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر و اعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کرسکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس بات کی ضمانت دی گئی ہے۔ میری حکومت کے لیے یہ بات بہت اہم ہوگئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے، یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی، اور مقدس فرض ہے۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں اور اس ایوان کے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسی شخص کے ذہن میں یہ شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ ہم کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔

جناب اسپیکر!

گزشتہ تین مہینوں کے دوران اور اس بڑے بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں، کئی لوگوں کو جیل بھیجا گیا اور چند اور اقدامات کیے گئے۔ یہ بھی ہمارا فرض تھا۔ ہم اس ملک پر بدنظمی کا اور نراجی عناصر کا غلبہ دیکھنا نہیں

چاہتے تھے۔ جو ہمارے فرائض تھے ان کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ لیکن میں اس موقعے پر جب کہ تمام ایوان نے متفقہ طور سے ایک اہم فیصلہ کرلیا ہے، آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے اور جب کہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے، ہمارے لیے یہ ممکن ہوگا کہ ان سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ میں امید کرتا ہوں کہ مناسب وقت کے اندر اندر کچھ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے گی اور انہیں رہا کردیا جائے گا جنھوں نے اس عرصہ میں اشتعال انگیزی سے کام لیا یا کوئی مسئلہ پیدا کیا۔

جناب اسپیکر!

جیسا کہ میں نے کہا ہمیں امید کرنی چاہیے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند کردیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں، یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں، یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں سارے ایوان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جاسکتا تھا اگر تمام ایوان کی جانب سے اور اس میں تمام پارٹیوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے موقع کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں ستائیں (27) برس صرف ہوئے اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار وقت تھا جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کیا اور پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کرلیا۔ اسی جذبہ کے تحت ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کرلیا ہے۔

جناب اسپیکر!

کیا معلوم کہ مستقبل میں ہمیں زیادہ مشکل مسائل کا سامنا کرنا پڑے، لیکن میری ناچیز رائے میں جب سے پاکستان وجود میں آیا، یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کل کو اس سے زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آسکتے ہیں۔ جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا، لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ یہ سب سے زیادہ پیچیدہ مشکل مسئلہ تھا۔ گھر گھر میں اس کا اثر تھا، ہر دیہات میں اس کا اثر تھا اور ہر فرد پر اس کا اثر تھا۔ یہ مسئلہ سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک خوفناک شکل اختیار کر گیا۔ ہمیں اس مسئلہ کو حل کرنا ہی تھا۔ ہمیں تلخ حقائق کا سامنا کرنا ہی تھا۔ ہم اس مسئلہ کو ہائیکورٹ یا اسلامی نظریاتی کونسل کے سپرد کر سکتے تھے یا اسلامی سکریٹریٹ کے سامنے پیش کیا جاسکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتیٰ کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنا جانتے ہیں اور انہیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں اور حاضرہ صورت حال سے نپٹنے کے لیے معمولی اقدامات کرسکتے ہیں، لیکن ہم نے اس مسئلہ کو اس انداز سے نبٹانے کی کوشش نہیں کی۔ ہم اس مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔ اس جذبہ کے تحت قومی اسمبلی ایک کمیٹی کی صورت میں خفیہ اجلاس کرتی رہی، خفیہ اجلاس کرنے کے لیے قومی اسمبلی میں کئی وجوہات تھیں۔ اگر قومی اسمبلی خفیہ اجلاس نہ کرتی، تو جناب! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام سچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آسکتے؟ اور لوگ اس طرح آزادی اور بغیر کسی جھجک کے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرسکتے؟ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں اخبارات کے نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں، اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں، اور ان کی تقاریر اور بیانات کو اخبارات کے ذریعہ شائع کرکے ان کا

ریکارڈ رکھا جارہا ہے تو اسمبلی کے ممبر اس اعتماد اور کھلے دل سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے، جیسا کہ انھوں نے خفیہ اجلاسوں میں کیا۔ ہمیں ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصہ تک احترام کرنا چاہیے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی۔ لیکن ان باتوں کے اظہار کا ایک موزوں وقت ہے۔ چونکہ اسمبلی کی کاروائی خفیہ رہی ہے، اور ہم نے اسمبلی کے ہر ممبر کو، اوران کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے یہ یقین دلایا تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اس کو سیاسی، یا کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جائے گا۔ میرے خیال میں یہ ایوان کے لیے ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک ظاہر نہ کریں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ہمارے لیے ممکن ہوگا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو آشکارہ کردیں، کیونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان خفیہ اجلاسوں کے ریکارڈ کو دفن ہی کر دیا جائے، ہرگز نہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اس مسئلہ کے باب کو ختم کرنے کے لیے اور ایک نیا باب کھولنے کے لیے نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے، آگے بڑھنے کے لیے اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لیے، اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لیے اس مسئلہ کی بابت ہی نہیں بلکہ دوسرے مسائل کی بابت بھی، ہمیں ان امور کو خفیہ رکھنا ہوگا۔ میں ایوان پر یہ بات عیاں کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کے حل کو، دوسرے کئی مسائل پر تبادلہ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کے لیے نیک شگون سمجھنا چاہیے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ یہ حل ہمارے لیے خوشی کا باعث ہے، اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام نئے قومی مسائل کو مفاہمت اور سمجھوتے کے جذبہ کے تحت طے کریں گے۔

جناب اسپیکر!

میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملہ کے بارے میں میرے جو احساسات تھے میں انہیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے، یہ ایک فیصلہ ہے جو ہمارے عقائد سے متعلق ہے اور یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کرسکتا۔ اور میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلہ کو دوامی طور پر حل کرنے کے لیے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہوسکتا تھا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوسکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں۔ ہم یہ توقع بھی نہیں کرسکتے کہ اس مسئلہ کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہوسکیں گے جو گذشتہ نوے سال سے حل نہیں ہوسکا۔ اگر یہ مسئلہ آسان ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا، تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہوگیا ہوتا۔ لیکن یہ نہیں ہوسکا۔ 1953ء میں بھی یہ ممکن نہیں ہوسکا۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ 1953ء میں حل ہو چکا تھا، وہ لوگ اصل صورت حال کا صحیح تجزیہ نہیں کرسکے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔ اب میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کرلیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہوں گے ان کو یہ فیصلہ پسند نہ ہوگا، ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہوگا، لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضہ کے طور پر اپنے آپ کو ان

لوگوں میں شمار کرتے ہوئے، میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہیے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اور ان کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہوگئی، مجھے یاد ہے کہ جب حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انھوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے، ایوان اس یقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے، حزب مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔ اسلام کی تعلیم رواداری ہے۔ مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔ اسلامی معاشرے نے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا، جب کہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کر رہی تھی اور یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ میں آکر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دوسرے حکمراں معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے، تو پھر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے، ہم مسلمان ہیں، ہم پاکستانی ہیں، اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں، تمام لوگوں، اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جناب اسپیکر صاحب! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ آپ کا شکریہ!

''احمدیہ مسئلہ! یہ ایک مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔ ایک دفعہ کہنے لگے: رفیع! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔ ایک بار انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ اس میں میرا قصور ہے؟ ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع الدین! کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بد دعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھری میں پڑا ہوں؟ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ہی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔ بھٹو صاحب کی باتوں سے میں اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید انہیں گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

(بھٹو کے آخری 323 دن از کرنل رفیع الدین)

گنتی کا کھیل اور قادیانی گروہ

تحریر: عکرمہ نجمی (سابق نائب امام قادیانی ہیڈکوارٹر لندن)

ترجمہ: صبیح ہمدانی

میں نے ایک بار خلیفہ صاحب سے کہا کہ آج کے زمانے میں جماعت احمدیہ کی حقیقی تعداد کو معلوم کرنا ہمارے لیے نہایت آسان ہے، وہ اس طرح کہ ہر ملک کی جماعت کے افراد کی تعداد اس کے امیر کے پاس موجود ہے، ہم اس کو یکجا کر کے بڑی سہولت سے اصل تعداد کو بالضبط معلوم بھی کر سکتے ہیں اور دنیا بھر میں اس کی اشاعت بھی کر سکتے ہیں۔ اور احمدیوں کی تعداد کے بارے میں جو متناقض اور متضاد قسم کے دعوے جماعت کی طرف سے سامنے لائے جاتے ہیں ان سے جماعت کی صداقت کو نقصان پہنچتا ہے۔ ہم اس وقت ایک باقاعدہ آفیشل میٹنگ میں تھے کہ خلیفہ صاحب نے جواب میں کہا: ”سنہ ۲۰۰۳ء میں پوری دنیا میں احمدیوں کی تعداد تین لاکھ تھی“۔

میں احمدیوں کی تعداد کے حوالے سے جماعتی سطح پر پائے جانے والی گومگو کی کیفیت کا حل تجویز کرنے کی کوششیں کرتا رہتا تھا۔ اس لیے کہ سبھی جانتے تھے کہ جماعت میں شامل ہونے والوں کی تعداد کے بارے میں جو اعلانات کیے جاتے ہیں ان کا صحیح ہونا سرے سے ممکن ہی نہیں ہے۔ بطور خاص قادیانی جماعت کے چوتھے خلیفہ (مرزا طاہر۔ مترجم) کے زمانے میں نئے بیعت ہونے والوں کی تعداد کے اعلانات، جو ایک برس تو آٹھ کروڑ دس لاکھ نئے بیعت کرنے والے افراد تک کہے گئے۔

چنانچہ میں نے تجویز پیش کی خلیفہ صاحب بذاتِ خود اس غلطی کا اعلان کریں اور پوری دنیا کے سامنے اس معاملے کی تصحیح کرنا بہت ضروری ہے، وگرنہ جماعت اپنی سچائی پر لوگوں کے اعتبار کو ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھے گی۔ اس پر انھوں نے ان بلند بانگ دعووں کی وجوہات واسباب پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی اور مجھے کہا: ”مجھے بذات خود بھی یہ علم ہوا کہ افریقہ میں موجود ایک بڑے اور معتبر احمدی مبلغ جھوٹ بولنے کے خوگر تھے اور جماعت احمدیہ میں نئے شامل ہونے والے افراد کی تعداد کے حوالے سے ان کی جانب سے بڑی حیرتناک قسم کی رپورٹیں مرکز میں پہنچا کرتی تھیں۔ میں نے ان کو سزا دے کر جماعتی نظم سے معزول کر دیا۔ ان کی ذمہ داری جس ملک میں لگائی گئی تھی اس ملک میں جماعت کے نومبائعین کے بارے میں جھوٹی خبریں بھیجنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے میں نہیں سمجھ سکا“۔

میں نے ان سے کہا کہ ہم ایک منظّم جماعت ہیں، ہر مقامی جماعت میں باریک ترین اعداد و شمار کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے، اسی طرح ہر ملک میں بھی اس کے ارکانِ جماعت کا مکمل ریکارڈ موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ وکالتِ مال کے دفتر کے ذریعے ہم احمدی احباب کی یقینی تعداد کو معلوم کر سکتے ہیں، کیونکہ جو احمدی چندہ نہ دے اس کو بانی سلسلہ کے فرمان کی روشنی

میں احمدی ہی نہیں سمجھا جاتا۔

اس پر وہ کہنے لگے: ''میں نے یہی قدم اٹھایا تھا، میں نے مرکزی وکالتِ مال سے مطالبہ کیا کہ وہ دنیا بھر میں تمام چندہ دینے والے احمدیوں کا ریکارڈ یکجا کر کے مجھے باخبر کریں۔ تو اس برس میں (۲۰۰۳ء میں) تین لاکھ احمدیوں نے چندہ دیا تھا''۔ (واضح طور پر اس تعداد سے مراد صرف قادیانی مرد حضرات ہی نہیں ہیں بلکہ عورتیں اور بچے بھی اس میں شامل ہیں)

انھوں نے بات بڑھاتے ہوئے کہا کہ: ''جب میں خلیفہ بنا تو میں نے سب (ملکوں کی) جماعتوں کے امرا کو اکٹھا کیا اور ان سے بصراحت کہا وہ نومبائعین کہاں ہیں جن کی بیعتیں آپ کی جماعتوں میں ہوئیں اور آپ ان کے اعداد و شمار کی رپورٹیں سالانہ مرکز میں بھجواتے رہے ہیں؟ میں چاہتا ہوں کہ آپ سب لوگ (مرکز کے ریکارڈ میں موجود۔ مترجم) ان اعداد و شمار کو دیکھیں اور ان نومبائعین سے نئے سرے سے رابطے استوار کریں اور ان کو نظام کے ساتھ جوڑیں، اس لیے کہ مجھے ان اعداد و شمار میں درستی نظر نہیں آ رہی''۔

انھوں نے مزید کہا کہ: ''لیکن جب خلافت کی گدی میرے پاس آئی تو میں نے جماعتوں کو چندوں اور نظام میں حصہ ڈالنے والوں کی تعداد میں اضافے کی ترغیب کا عمل شروع کیا، اور آج خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تعداد دنیا بھر میں بارہ لاکھ افراد تک پہنچ چکی ہے''۔

انھوں نے وجہ بتاتے ہوئے کہا کہ: ''یہی وجہ ہے کہ میں نے پچھلے کچھ برسوں سے سالانہ جلسوں کے اپنے خطابات میں جماعت احمدیہ کے کارناموں کے ضمن میں ہر ملک کے نومبائعین کے تفصیلی ذکر کو چھوڑ رکھا ہے، بلکہ میں صرف جماعت میں شامل ہونے والوں کی مجموعی تعداد کا تذکرہ ہی کرتا ہوں''۔

واضح رہے کہ پچھلے دو برسوں سے مرزا مسرور احمد نے قادیانی ٹی وی چینل MTA کی انتظامیہ کو حکم دے رکھا ہے کہ جلسہ سالانہ میں جماعت احمدیہ کے کارناموں اور نئے بیعت کرنے والے احمدیوں کی تعداد کے بارے میں جو تقریر کی جائے اس کو دوبارہ ٹیلی کاسٹ نہیں کیا جائے گا۔ (ایسی تقریر عام طور پر ہر جلسہ سالانہ کے دوسرے روز کی جاتی ہے)۔ یہاں تک کہ جماعت کے عربی دفتر نے اس تقریر کی مکمل اور تحریری عربی ترجمانی بالکل ترک کر رکھی ہے۔ جیسا کہ وہ اپنے خلیفہ صاحب کے دیگر خطابات کی بھی صرف دوران تقریر ہی براہِ راست اور لائیو ترجمانی پر اکتفا کرنے لگے ہیں۔ جب کہ کسی بھی ترجمان کے لیے نئے بیعت کرنے والوں کی تعداد جیسے اعداد و شمار کی تقریر کے دوران میں ہی براہِ راست ترجمانی کرتے ہوئے بالضبط تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں ہوتا۔

اب مرزا مسرور کے اس حکم کو کیا نام دیا جائے؟ حقائق کو دنیا سے کیوں چھپایا جا رہا ہے؟ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ انھیں خود پر یقین نہیں ہے کہ وہ کہیں جھوٹ نہ بول رہے ہوں؟ یا پھر وہ جرم کے نشانات مٹانا چاہتے ہیں؟

یہ بات ملحوظ رہے کہ اس حکم سے پہلے خلیفہ صاحب کے خطبات کو باقاعدہ لکھ کر ترجمہ کیا جاتا تھا، اور پھر میں اس (عربی ترجمہ۔ مترجم) کو اپنی آواز میں لکھ کر ریکارڈ کرواتا تھا اور پھر ان کو چینل پر باقاعدہ نشر کیا جاتا تھا۔ مگر اب یہ سلسلہ بحکم

خلیفہ صاحب بند کیا جا چکا ہے کہ اب کسی پرانے جلسے کے ایسے خطبے کو دوبارہ ٹیلی کاسٹ نہیں کیا جائے گا جس میں جماعت کے کارناموں اور نئے شامل ہونے والے احمدیوں کے اعداد و شمار بیان کیے گئے ہوں، خواہ پہلے اس کا مکمل ترجمہ کر کے اس کو صوتی طور پر ریکارڈ بھی کروایا جا چکا ہو۔

اس صورت حال میں احمدی دوستوں کو اگر حقیقت کی طلب ہے تو انھیں چاہیے کہ وہ جلسہ سالانہ میں ہونے والے کارناموں کی رپورٹ والے خطاب کی نشر مکرّر کا مطالبہ کریں، انھیں بسہولت پتہ چل جائے گا کہ جھوٹ کا حجم ان کے خیال و وہم سے کہیں بڑھ کر ہے۔ برطانیہ کے جلسہ سالانہ کے دوسرے روز ہونے والا قادیانی خلیفہ کا یہ خطاب جلسے کا کلیدی خطبہ سمجھا جاتا ہے، میں قارئین سے درخواست کرتا ہوں اب سے وہ اس خطاب کو ریکارڈ کریں اور اس کی لائیو ترجمانی کو ہی سہی مگر ریکارڈ ضرور کریں تا کہ انھیں ان بے سروپیر مبالغہ آرائیوں سے آگاہی ہو سکے جو نومبائعین (نئے مرتد ہونے والے قادیانی۔ مترجم) افراد کی تعداد کے بارے میں بولی جاتی ہیں۔

میں اپنے قارئین کو ابھی سے نئی بیعتوں کی تعداد کے بارے میں اطلاع دے سکتا ہوں (اور یہ جماعت میں رہتے ہوئے میرے تجربات کی روشنی میں ایک گمان ہی ہے)۔ مجھے توقع ہے کہ آئندہ ہفتے کے روز یعنی بتاریخ ۴/اگست سنہ ۲۰۱۸ء کو جلسہ سالانہ میں پچھلے ایک برس میں جماعت احمدیہ میں نئے شامل ہونے والے افراد کی تعداد لگ بھگ ۶۲۹۰۰۰ بتائی جائے گی۔ (دل چسپ بات یہ ہے کہ عکرمہ نجمی کا تجزیہ بہت حد تک درست ثابت ہوا ہے اور مرزا مسرور کے خطاب میں یہ تعداد ۶۴۷۰۰۰ بتائی گئی ہے۔ یہ علیحدہ قصہ ہے کہ عکرمہ کی ہدایت کا سبب بننے والے سابق قادیانی مبلّغ ہانی طاہر نے فیس بک پر ایک صفحہ تشکیل دیا ہے جہاں وہ بار بار یہ چیلنج کر رہے ہیں کہ ان چھے لاکھ سینتالیس ہزار نومبائعین میں سے کوئی ایک تو آ کر اپنا نام بتا دے، مگر تا حال انھیں اس کوشش میں کامیابی نہیں مل سکی۔ مترجم)

یہ متوقع عدد جو میں نے ذکر کیا اس کو جاننا ہر اس شخص کے لیے آسان ہے جو جماعت کے ترجمان رسائل و جرائد میں ہر برس شائع ہونے والے اعداد و شمار پر نظر رکھتا ہو اور اس کے سامنے پچھلے چند برسوں کے اعداد و شمار کا ریکارڈ موجود ہو۔ مثلاً

سن	تعداد
سنہ ۲۰۱۷ء میں نومبائعین کی تعداد:	۶۰۹۰۰۰
سنہ ۲۰۱۶ء میں	۵۸۴۰۰۰
سنہ ۲۰۱۵ء میں	۵۶۷۳۳۰
سنہ ۲۰۱۴ء میں	۵۵۰۲۳۵
سنہ ۲۰۱۳ء میں	۵۴۰۷۸۲
سنہ ۲۰۱۲ء میں	۵۱۴۳۵۲

سنہ ۲۰۱۱ء میں	۴۸۰۸۲۲
سنہ ۲۰۱۰ء میں	۴۵۸۷۶۰
سنہ ۲۰۰۹ء میں	۴۱۶۰۱۰
سنہ ۲۰۰۸ء میں	۳۵۴۶۳۸
سنہ ۲۰۰۷ء میں	۲۶۴۹۶۹
سنہ ۲۰۰۶ء میں	۲۹۳۸۸۱
سنہ ۲۰۰۵ء میں	۲۰۹۷۹۹
سنہ ۲۰۰۴ء میں	۳۰۴۹۱۰
سنہ ۲۰۰۳ء میں	۸۹۲۴۰۳
سنہ ۲۰۰۲ء میں	۲۰۶۵۴۰۰۰
سنہ ۲۰۰۱ء میں	۸۱۰۰۶۷۲۱
سنہ ۲۰۰۰ء میں	۴۱۳۰۸۹۷۵
سنہ ۱۹۹۹ء میں	۱۱۸۲۰۲۲۶
سنہ ۱۹۹۸ء میں	۵۰۰۴۵۹۱
سنہ ۱۹۹۷ء میں	۳۰۰۴۵۸۵
سنہ ۱۹۹۶ء میں	۱۶۰۲۷۲۱
سنہ ۱۹۹۵ء میں	۸۴۷۷۲۵
سنہ ۱۹۹۴ء میں	۴۲۱۷۵۳
سنہ ۱۹۹۳ء میں	۲۰۴۳۰۸

چنانچہ جماعت احمدیہ کے سرکاری ترجمان رسائل وجرائد میں شائع ہونے والے ان اعداد وشمار کے مطابق سنہ ۱۹۹۳ء سے لے کر سنہ ۲۰۱۷ء تک بیعت کرنے والوں کی مجموعی تعداد: ۱۷۲۹۱۷۴۳۹ (یعنی سترہ کروڑ انتیس لاکھ سترہ ہزار چارسوانتالیس) بنتی ہے۔ نوٹ: یہ سب اعداد وشمار الفضل کے مطبوعہ شماروں سے تقابل اور موازنہ کر کے لکھے جارہے ہیں۔

منھاجِ نُبوّت اور مرزا قادیانی　قسط:۸

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ

معیار نمبر ۳۱: انبیاء کرام سب سے زیادہ عبادت کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا مومنوں کا شیوہ ہے، جو شخص جتنی معرفت الٰہی رکھتا ہے اتنی ہی زیادہ عبادت کرتا ہے۔ حضرات انبیاء کرامؑ چونکہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہیں اس لیے ان کی عبادت بھی مثالی نوعیت کی ہوتی ہے۔ قارئین کرام! مرزا قادیانی کے انبیاء کرامؑ خصوصاً حضرت محمد ﷺ کے ساتھ مماثلت کے دعوے آپ نے ابتدا میں ملاحظہ فرما لیے ہیں، اب اس کا ذوق عبادت بھی دیکھیں۔

عورتوں کی امامت:

باہر مردوں میں نمازیں باجماعت ہونے کے علاوہ آخری سالوں میں حضرت مسیح موعود ایک بہت بڑے عرصہ تک اندر عورتوں میں خود پیش امام ہو کر مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک لمبے عرصہ تک جمع کراتے رہے۔

(ذکر حبیب ص165 از صادق قادیانی)

نماز جمعہ چھوڑ دی:

مرزا مبارک احمد نے مرزا قادیانی کو اصرار کر کے اپنی چارپائی پر بیٹھا لیا تو مرزا قادیانی نے مریدوں کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ نماز جمعہ پڑھ لیں اور میرا انتظار نہ کریں۔ (ذکر حبیب ص1772)

روزہ توڑ دیا:

مرزا قادیانی نے ایک دفعہ دل گھٹنے کے سبب غروب آفتاب سے محض پانچ منٹ پہلے روزہ توڑ دیا۔

(سیرت المھدی حصہ سوئم ص131 روایت 697 طبع قدیم)

حج، اعتکاف، زکوۃ سے دوری:

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود نے حج نہیں کیا، اعتکاف نہیں کیا اور نہ کبھی زکوۃ دی۔

(سیرت المھدی حصہ سوئم ص119 روایت نمبر 672 طبع قدیم)

معیار نمبر ۳۲: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا صبر وتحمل مثالی ہوتا ہے:

حضرات انبیاء کرامؑ کے اخلاق اور صبر وتحمل مثالی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت شعیبؑ وغیرہ کے اپنی امتوں سے مکالمے مذکور ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ امتوں نے ان حضرات سے کیسی بد تمیزی کا رویہ اختیار کیا اور ان عظیم ہستیوں نے کیسے باوقار طرز کے جوابات دیئے، آنحضرت کے ساتھ کفار بدسلوکی کی

کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔

خود مرزا قادیانی لکھتا ہے " قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ ادنیٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں وہ کس طرح امام زمان نہیں ہو سکتا لہٰذا اس پر آیت **انک لعلی خلق عظیم** کا پورے طور پر صدق آجانا ضروری ہے۔ (روحانی خزائن جلد 13 ص 478)

اسلامی تعلیمات اور اپنی نصیحت پر مرزا قادیانی نے کتنا عمل کیا؟ درج ذیل حوالہ جات سے خود اندازہ کر لیں۔

الفاظ	حوالہ جات	الفاظ	حوالہ جات
اے بدقسمت، بدگمانو۔	روحانی خزائن جلد 4 ص 341	اے مردار خور مولویو۔	جلد 11 ص 305
اندھیرے کے کیڑو، اے اندھو۔	جلد 11 ص 310	اے بدذات ۔	ص 329
اے خبیث، اے پلید دجال۔	ص 3301	اے بدذات فرقہ۔	ص 21
امام المتکبرین۔	ص 241	اُلو۔	جلد 21 ص 332
ابولہب۔	جلد 9 ص 294	پلید ملاؤں۔	جلد 4 ص 413
باطل پرست بطالوی۔	جلد 11 ص 59	پاگل۔	جلد 18 ص 442
بدکار آدمی۔	جلد 6 ص 380	بے ایمانو۔	مجموعہ اشتہارات جلد 2 ص 69
جاہل۔	جلد 14 ص 354	جنگل کے وحشی۔	جلد 6 ص 333
حرامی۔	جلد 6 ص 380	حرام زادہ۔	جلد 9 ص 32
خنزیر سے زیادہ پلید۔	جلد 1 ص 305	خالی گدھے۔	جلد 11 ص 331
ذلیل۔	جلد 14 ص 166	دنیا کے کیڑے۔	جلد 12 ص 311
دابۃ الارض۔	جلد 3 ص 173	ذریت شیطان۔	جلد 11 ص 308
رئیس الدجالین۔	جلد 11 ص 303	رنڈیوں کی اولاد۔	جلد 5 ص 546
مرغ۔	جلد 11 ص 302	شیاطین الانس۔	جلد 11 ص 302
سفیہوں کا نطفہ۔	جلد 22 ص 445	سانپوں۔	جلد 8 ص 32
عورتوں کی عار۔	جلد 19 ص 196	غزنویوں کی جماعت پر لعنت۔	جلد 11 ص 342
گندی روحو۔	جلد 11 ص 305	گدھے۔	ص 331
منحوس چہروں۔	جلد 11 ص 337		

قادیانی خود فیصلہ کر لیں کہ کیا نبی کی زبان ایسی ہوتی ہے؟

معیار نمبر ۳۳: انبیاء کرام علیہم السلام بہادر ہوتے ہیں:

حضرات انبیاء کرامؑ بہادر اور مضبوط اعصاب کے مالک ہوتے ہیں۔ وہ مخلوق کی بجائے خالق سے ڈرتے ہیں، اسباب کی جگہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں۔ فرعون کے دربار میں حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ، نمرود کے دربار میں حضرت ابراہیمؑ کی حق گوئی قریش مکہ کے سامنے نبی کریم ﷺ کی دعوت حق واعلان توحید اس کی واضح مثالیں ہیں۔

خود مرزا قادیانی اعتراف کرتا ہے "ہم خدا کے مرسلین اور مامورین کبھی بزدل نہیں ہوا کرتے بلکہ سچے مومن بھی بزدل نہیں ہوتے، بزدلی ایمان کی کمزوری کی نشانی ہے (ملفوظات جلد چہارم ص 286 طبع جدید)

اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اور ہم ایسے نہیں ہیں کہ کوئی موت ہمیں خدا کی راہ سے ہٹا دے اور اگر چہ خدا کی راہ میں ہم مجروح ہو جائیں یا ذبح کیے جائیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 ص 321)

مرزا قادیانی کی بزدلی کی چند مثالیں:

پہلی مثال:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب 1905ء کا زلزلہ آیا تو میں بچہ تھا اور نواب محمد علی خان صاحب کے شہر و مکان کے ساتھ ملحق حضرت صاحب کے مکان کا جو حصہ ہے، اس میں ہم دوسرے بچوں کے ساتھ چارپائیوں پر لیٹے ہوئے سو رہے تھے، جب زلزلہ آیا تو ہم سب ڈر کر بے تحاشا اٹھے اور ہم کو کچھ خبر نہیں تھی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ صحن میں آئے تو اوپر سے کنکر روڑے برس رہے تھے ہم بھاگتے ہوئے مکان کی طرف آئے، وہاں حضرت مسیح موعود اور والدہ صاحبہ کمرے سے نکل رہے تھے ہم نے جاتے ہی حضرت مسیح موعود کو پکڑ لیا اور آپ سے لپٹ گئے۔ آپ اس وقت گھبرائے ہوئے تھے اور بڑے صحن کی طرف جانا چاہتے تھے مگر چاروں طرف بچے چمٹے ہوئے تھے اور والدہ صاحبہ بھی۔

(سیرت المھدی اول ص 24 روایت 32)

مرزا قادیانی اعتراف کرتا ہے کہ

اور جس آنے والے زلزلہ سے میں نے دوسروں کو ڈرایا، ان سے پہلے میں آپ اُس سے ڈرا اور اب تک قریباً ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں میں واپس قادیان نہیں گیا۔ (مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص 649)

دوسری مثال:

مرزا قادیانی نے 24 فروری 1899ء کو مسٹر جے، ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کرائے گئے جس کا مضمون یہ تھا" آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دل آزار مضمون کی پیش گوئی نہ کرے، کوئی کسی کو کافر اور دجال اور دجالا ور مفتری اور کذاب نہ کہے، کوئی کسی کو مباہلہ

کے لیے نہ بلائے۔(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص 299 طبع جدید)

اور ہم تو ایک عرصہ گزر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع بھی کر چکے کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیش گوئی نہیں کریں گے۔(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص 300 طبع جدید)

قارئین کرام! آپ مرزا قادیانی کی بزدلی دیکھیں اور تقابل کے طور پر نبی کریم ﷺ کا اعلان حق بھی ملاحظہ فرمائیں" کہہ دو اے کافرو میں تمھارے معبودوں کو عبادت نہیں کرتا اور نہ تم میرے معبود کی عبادت کرتے ہو۔ (ترجمہ سورۃ الکافرون)

تیسری مثال:

مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے کہ مرزا قادیانی پر الہام ہوا کہ حکومت برطانیہ کا استحکام سات سال رہے گا اس کے بعد وہ زوال کا شکار ہو جائے گی۔(سیرت المھدی جلد اول ص 68 روایت 96 طبع جدید)

مولانا بٹالوی نے جب الہام کو اپنے رسالہ میں چھاپ دیا تو مرزا قادیانی حکومت برطانیہ کے زیر عتاب آنے سے ڈرا اور اپنی کتاب کشف الغطاء میں اس الہام کا انکار کر دیا اور لکھا" دوسرا امر جو اسی رسالہ میں محمد حسین نے لکھا ہے وہ یہ ہے کہ گویا میں نے کوئی الہام اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ کی آٹھ سال کے عرصہ میں تباہ ہو جائے گی میں اس بہتان کا جواب بجز اس کے کیا لکھوں کہ خدا جھوٹے کو تباہ کرے میں نے ایسا الہام ہرگز شائع نہیں کیا۔۔۔۔اس شخص اور اس کے ہم خیال لوگوں کی میرے ساتھ کچھ آمد و رفت اور ملاقات نہیں کہ میں نے ان کو زبانی کہا ہو۔

(کشف الغطا مندرجہ روحانی خزائن جلد 4 ص 216)

اب قادیانی بتائیں کہ باپ سچا ہے کہ بیٹا؟

چوتھی مثال:

مرزا قادیانی نے پیر مہر علی شاہ مرحوم کے مقابلہ کے لیے لاہور آنے لاہور سے انکار کر دیا اور لکھا کہ پشاور کے جاہل پٹھان انکے ساتھ ہیں۔لاہوری لاہور کے گلی کوچوں میں مجھے گالیاں دیتے پھر رہے ہیں نیز مولوی مرے واجب القتل ہونے کی تقریریں کر رہے ہےاس لیے میں لاہور نہیں گیا۔(مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص 461 طبع جدید)

پانچویں مثال:

مرزا قادیانی نے مال دار ہونے کے باوجود حج نہ کیا اور لوگوں کے اعتراض کرنے پر کہا کہ اپنی جان کا خطرہ ہے، اس سلسلہ میں لکھا:

تمام مسلمان علماء اول ایک اقرار نامہ لکھ دیں کہ اگر ہم حج کر آویں تو وہ سب کے سب ہمارے ہاتھ پر توبہ کر کے ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے مرید ہو جائیں گے اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج

کرآتے ہیں۔(ملفوظات جلد 5 ص 249 طبع جدید)

معیار نمبر ۳۴: انبیاء کرام اپنی امتوں سے زیادہ عقل مند ہوتے ہیں:

انبیاءکرامؑ سب سے زیادہ عقل مند ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا دار لوگ نفس، شیطان اور دنیا کے اسیر ہوتے ہیں، انہوں نے آسمان ہدایت کی روشنی سے اپنے دل ودماغ کو منور نہیں کیا ہوتا۔ جب کہ انبیاء کرام براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیض پاتے ہیں، وہ مجسم ہدایت اور نفس امارہ، شیطان اور دنیا کی ملونی سے پاک ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو ہی دیکھ لیجئے دنیا بڑے بڑے انقلابات کی زد میں آئی، لاکھوں افراد تہہ تیغ ہوئے، کشتوں کے پشتے لگے، انسانی کھوپڑیوں کے مینار بنائے...... آنحضرت ﷺ نے 23 سال کے مختصر عرصے میں انقلاب برپا کردیا۔قتل ہونے والے مخالفین کی کل تعداد 759 ہے اور جو صحابہ شہید ہوئے ان کی تعداد 259 ہے۔

مرزا قادیانی جو کہ انبیاء کرام کا ظل و بروز ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کی "عقل مندی" کے احوال اس کے بیٹے نے اس طرح قلمبند کیے ہیں۔

1۔مرزا قادیانی ایک طویل عرصہ زمین کے مقدمات کی پیروی میں لگا رہا ایک فیصد کامیابی بھی نہ ملی۔

(روحانی خزائن جلد 13 ص 182)

2۔ایک چوزہ ذبح کرنا چاہا مگر چوزہ کی گردن کی بجائے اپنی انگلی پر چھری چلا دی اور اس سے بہت سا خون بہہ نکلا۔

(سیرت المھدی جلد دوم ص 4 روایت نمبر 307 طبع قدیم)

3۔مرزا قادیانی نے اپنے بچپن میں چینی کی جگہ نمک پھانک لیا جس سے اس کا سانس رک گیا اور اسے بڑی تکلیف ہوئی۔

(سیرت المھدی جلد اول ص 245، 244 روایت نمبر 244 طبع قدیم)

4۔مرزا قادیانی نے اپنے بچپن میں سالن کا بار بار اپنی والدہ سے مطالبہ کیا تو اس سے تنگ آکر کہا کہ جاؤ راکھ سے روٹی کھا لو، مرزا قادیانی نے واقعتاً راکھ روٹی پر ڈال لی۔(سیرت المھدی جلد اول ص 245 روایت 245 طبع قدیم)

5۔ایک ہی جیب میں گڑ کے ڈھیلے اور مٹی کے ڈھیلے رکھنا کمال، عقل مندی، بھی ہے اور کمال حسن ذوق بھی۔

(مسیح موعود مختصر حالت ملحقہ براہین احمدیہ طبع قدیم ص 65)

6۔مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں نے ایک ایسے شخص کے پیچھے نماز ادا کی جو کہ مسلسل ریح خارج ہونے کا مریض تھا، مرزا نے اسے کہا نماز پڑھاؤ، اگر آپ کی نماز ہوگئی تو ہماری بھی ہوجائے گی۔

(سیرت المھدی حصہ سوم ص 111 روایت نمبر 454)

7۔مرزا بشیر الدین محمود جب بچہ تھا اس نے اپنے والد مرزا قادیانی کی واسکٹ کی جیب میں ایک اینٹ ڈال دی، جس سے

اس کی پسلیاں دکھنے لگیں لیکن اس نے کئی دن تک اینٹ نہ نکالی۔(مسیح موعود مختصر حالات ص 63)

8۔مرزا قادیانی لباس اس طرح پہنتا تھا کہ جرابوں کی ایڑی پاؤں کے تلے کی بجائے اوپر کی طرف ہوجاتی تھی، گرگابی کا دایاں پاؤں بائیں میں اور بایاں پاؤں دائیں میں ڈال لیتا تھا، کھانا کھاتے وقت سالن کا پتہ نہ چلتا تھا کہ کیا کھا رہا ہوں۔

(سیرت المھدی جلد اول ص 344 روایت 37 طبع جدید)

9۔مرزا قادیانی قمیض کے بٹن درست نہ ڈالتا تھا، اکثر اوقات بٹن اپنا کاج چھوڑ کر دوسرے ہی میں لگے ہوئے ہوتے تھے بلکہ صدری کے بٹن کوٹ کے کاجوں میں لگائے دیکھے گئے۔(سیرت المھدی جلد دوم ص 418 روایت 447)

10۔رات کو سوتے وقت کوٹ، صدری، ٹوپی، عمامہ اتار کر تکیہ کے نیچے رکھ لیتا تھا۔شب بھر وہ مسلے جاتے صبح کو ان کی وہ حالت ہوجاتی تھی کہ مرزا بشیر احمد ایم اے کے بقول اگر نفاست پسند لوگ دیکھ لیتے تو اپنا سر پیٹ لیتے۔

(سیرت المھدی جلد دوم ص 418 روایت 447 طبع جدید)

معیار نمبر:۳۵:انبیاء کرام اللہ تعالیٰ پر سب سے زیادہ توکل کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں توکل کی اہمیت متعدد مقامات پر بیان فرمائی ہے جیسے

وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین (المائدہ 23)

وعلی اللہ فلیتوکل المتوکلون (ابراہیم 12)

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (الطلاق 3)

ان اللہ یحب المتوکلین (آلعمران 159)

امام غزالی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

الیس اللہ بکاف عبدہ (الزمر 36)

پس غیر اللہ سے کفایت طلب کرنے والا توکل کو چھوڑنے والا ہے، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے

ومن یتوکل علی اللہ فان اللہ عزیز حکیم (انفال 49)

یعنی اللہ تعالیٰ زبردست ہے وہ اپنے پر توکل کرنے والوں کو ذلیل نہیں کرتا۔

(احیاء العلوم جلد 5 ص 116)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو داغ نہیں لگواتے، بدشگونی نہیں لیتے دم نہیں کراتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں وہ بے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔(اوکما قال علیہ السلام)

آیئے دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا قرآن وحدیث کی ان نصوص پر کتنا عمل تھا۔

علماء کے ساتھ کام کرنے سے انکار:

ایسے مولویوں کے ساتھ سفر کرنا خطرناک ہے وہ کافر سمجھ کر قتل کر دیں گے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول 373 طبع جدید)

زلزلہ کی وجہ سے باغ میں قیام:

چونکہ اپ کی بار بار زلزلوں کے متعلق الہامات ہو رہے تھے اس لیے اپریل 1905ء کے زلزلہ کے معاً بعد اسی روز آپ نے حکم دیا کہ کچھ عرصہ کے لیے احباب بہشتی مقبرہ کے متصل جو حضور کا باغ تھا اس میں قیام کریں۔ چنانچہ حضور کے اس ارشاد کی فوراً تعمیل کی گئی۔ اس باغ میں ایک چھوٹی سی بستی آباد ہو گئی۔۔۔۔اور متواتر تین ماہ تک آپ نے احباب سمیت اسی باغ میں قیام فرمایا۔ (حیات طیبہ ص 258 مصنف شیخ عبد القادر)

محافظ کتا:

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود نے اپنے گھر کی حفاظت کے لیے ایک دفعہ ایک گدی کتا بھی رکھا تھا وہ دروازے پر بندھا رہتا تھا اور اس کا نام شیرو تھا۔ اس کی نگرانی بچے کرتے تھے یا میاں قدرت اللہ خان صاحب مرحوم کرتے تھے جو گھر کے دربان تھے۔ (سیرت المھدی جلد سوم ص 298 روایت نمبر 957)

حج نہ کرنا:

مرزا قادیانی نے مال دار ہونے کے باوجود حج نہیں کیا اور اس کے لیے راستہ پر امن نہ ہونے اور جان کے خطرہ کے عذر پیش کیے۔ (سیرت المھدی حصہ سوم ص 119 روایت نمبر 276 طبع قدیم)

عورتوں کا پہرہ:

مرزا قادیانی کا رات کا پہرہ اس کی مریدنیاں رسول بی بی اور مائی فجو منشیانی دیتی تھیں جو کہ تقویٰ اور غیرت دونوں کے خلاف تھا۔ (سیرت المھدی حصہ سوم ص 213 روایت 843 طبع قدیم)

پولیس کا پہرہ:

حضرت والدہ صاحبہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت صاحب شروع دعویٰ مسیحیت میں دہلی تشریف لے گئے اور مولوی نذیر حسین کے ساتھ مباحثہ کی تجویز ہوئی تھی اس وقت شہر میں مخالفت کا سخت شور تھا چنانچہ حضرت صاحب نے افسران پولیس کے ساتھ انتظام کر کے ایک پولیس مین کو اپنی طرف سے تنخواہ دے کر مکان کی ڈیوڑھی پر پہرہ کیلیے مقرر کرا لیا تھا۔ یہ پولیس مین پنجابی تھا اس کے لیے علاوہ ویسے بھی مردانہ میں کافی احمدی حضرت صاحب ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔

(سیرت المھدی جلد دوم ص 64 روایت نمبر 385)

متعدد طریقہ ہائے علاج کا بیک وقت استعمال:

ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ علاج کے معاملہ میں حضرت مسیح موعود کا طریق تھا کہ کبھی ایک قسم کا علاج نہ کرتے تھے بلکہ ایک ہی بیماری میں انگریزی دوا میں دیتے رہتے تھے اور ساتھ ساتھ یونانی بھی دیتے جاتے تھے پھر جو شخص مفید بات کہہ دے اس پر بھی عمل فرماتے تھے اور اگر کسی کو خواب میں کچھ معلوم ہو تو اس پر بھی عمل فرماتے تھے پھر ساتھ ساتھ دعا بھی کرتے تھے اور ایک ہی وقت میں ڈاکٹروں اور حکیموں کے مشورے بھی لیتے تھے اور طب کی کتاب دیکھ کر بھی علاج میں مدد لیتے تھے غرض علاج کو ایک عجیب رنگ کا مرکب بنادیتے تھے اور دراصل بھروسہ آپ کا خدا پر ہوتا تھا۔ (سیرت المھدی جلد سوم ص 280 روایت نمبر 902 طبع قدیم)

مذکورہ حوالہ کے آخری جملہ سے ہمیں ایک لطیفہ یاد آیا کسی شخص نے اپنے بھائی کو خط لکھا کہ والدہ بیمار ہے، والد کا بازو ٹوٹ گیا ہے۔ بھینس چوری ہوگئی، خالو کا آپریشن ہوا ہے، خالہ فوت ہوگئی ہے، بہن چھت سے گری ہے، چھوٹا بھائی امتحان میں فیل ہوگیا ہے باقی سب خیریت ہے۔ (جاری ہے)

☆......☆......☆

مسافرانِ آخرت

☆ ہمارے دیرینہ ہم فکر جناب ندیم عمر (برمنگھم) کی والدہ ماجدہ 4 اور 5 اگست کی درمیانی رات لاہور میں انتقال کر گئیں ☆ چیچہ وطنی کے قدیم رفیق جناب قاضی بشیر احمد کے بہنوئی، قاضی عبدالقدیر کے ماموں جان اور حافظ رحیم بخش (ملتان) کے سُسر حافظ محمد عطاء اللہ (چک نمبر 12-8 آر، مخدوم پور پہوڑاں) 20۔ اگست پیر کو انتقال کر گئے ☆ چیچہ وطنی: ہمارے معاون چودھری محمد عمران بلاک نمبر 12 کے چچا چودھری محمد افضل 26۔ اگست، اتوار کو روڈ حادثے میں انتقال کر گئے ☆ چیچہ وطنی: ہمارے ہم فکر ساتھی جناب شاہ بہرام کے ماموں محمد فلک شیر (20۔11 ایل) 11۔ اگست کو انتقال کر گئے ☆ مجلس احرارِ اسلام چشتیاں کے امیر جناب علی اصغر کے سُسر جناب علاء الدین 22/ اگست 2018ء کو انتقال کر گئے ☆ ملتان میں ہمارے مخلص ساتھی و معاون جناب قاری محمد شریف کے بڑے بھائی جام غلام فرید صاحب 27/ اگست 2018ء انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے، حسنات قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ آمین